ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور
اکتوبر 2022ء

مغزِ قرآں، روحِ ایماں، جانِ دیں
ہست حبِ رحمۃ للعالمین ﷺ

جشن میلاد النبی ﷺ منانا حضور ﷺ کی سنت ہے
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا فکر انگیز خطاب

کامل و اکمل ذاتِ مصطفی ﷺ

انبیا کی ولادت کا تذکرہ سنتِ الٰہیہ ہے

ذاتِ مصطفی ﷺ مظہرِ خُلقِ عظیم

حقوق و فرائض کے باب میں مرد و خواتین برابر ہیں

منہاج القرآن ویمن لیگ کے سیلاب زدگان کو امدادی سامان بہم پہنچانے کے لیے ملک گیر دورے

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 29 شمارہ: 9 / ربیع الاول ۱۴۴۴ھ / اکتوبر 2022ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
اُم حبیبہ اسماعیل

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام ـــــ فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرست

اداریہ

(علم وامن کی تحریک کے 42 سال)		4

فکرِ شیخ الاسلام

جشن میلاد النبی ﷺ منانا حضور ﷺ کی سنت ہے	مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین	5
ریاستِ مدینہ	ڈاکٹر انیلہ مبشر	11
کامل و اکمل ذاتِ مصطفی ﷺ	ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی	15
ذاتِ مصطفی ﷺ مظہرِ خُلقِ عظیم	سعدیہ کریم	18
انبیاءؑ کی ولادت کا تذکرہ سنتِ الٰہیہ ہے	تحریم رفعت	21
حقوق وفرائض کے باب میں مرد وخواتین برابر ہیں	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	25
نسلِ نو کی تربیت میں اساتذہ کا کردار	سمیہ اسلام	36
غربت کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟	سماوہ سلطان	39
اشرف المخلوقات کو نعمتوں کے خزانے عطا ہوئے	پروفیسر حلیمہ سعدیہ	42
گلدستہ: اقوالِ داتا گنج بخش علی ہجویریؒ	مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین	45
فقہی مسائل: بناؤ سنگھار سے متعلق شرعی حدود وقیود		47

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کیے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اورنہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید، امریکہ: 15 ڈالر مشرق وسطی، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیل زر کا پتہ: منی آرڈر/چیک/ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

قیمت فی شمارہ -/60 روپے

سالانہ خریداری -/700 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ. قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللهِ تَفْتَرُوْنَ. وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ.

(یونس،۱۰: ۵۸۔۶۰)

”فرما دیجیے: (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثتِ محمدی کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ اس (سارے مال و دولت) سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔ فرما دیجیے: ذرا بتاؤ تو سہی اللہ نے جو (پاکیزہ) رزق تمہارے لیے اتارا سو تم نے اس میں سے بعض (چیزوں) کو حرام اور (بعض کو) حلال قرار دے دیا۔ فرما دیں: کیا اللہ نے تمہیں (اس کی) اجازت دی تھی یا تم اللہ پر بہتان باندھ رہے ہو؟۔ اور ایسے لوگوں کا روزِ قیامت کے بارے میں کیا خیال ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، بے شک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن ان میں سے اکثر (لوگ) شکر گزار نہیں ہیں۔“

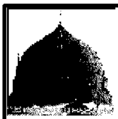

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ ص قَالَ: مَنْ قَالَ: إِذَا أَصْبَحَ وَإِذَا أَمْسَي: ﴿حَسْبِيَ اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾، سَبْعَ مَرَّاتٍ، كَفَاهُ اللهُ مَا أَهَمَّهُ صَادِقًا كَانَ أَوْ كَاذِبًا. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ.

”حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص صبح اور شام سات دفعہ یہ دعا پڑھتا ہے وہ سچا ہو یا جھوٹا اللہ تعالیٰ اس کے لئے (ہر فکر مند کرنے والے کام کے لئے) کافی ہوجاتا ہے ﴿حَسْبِيَ اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾: ”(مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں اُسی پر میں نے توکل کیا اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔“

عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: اسْتَكْثِرُوْا مِنَ الْبَاقِيَاتِ الصَّالِحَاتِ. قِيْلَ: وَمَا هُنَّ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: التَّكْبِيْرُ وَالتَّهْلِيْلُ وَالتَّسْبِيْحُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ. رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ وَأَحْمَدُ

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: باقیات صالحات (باقی رہنے والی نیکیاں) زیادہ سے زیادہ جمع کرو۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون سی ہیں؟ فرمایا: ﴿اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، سُبْحَانَ اللهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ﴾ پڑھتے رہنا۔“

(المنہاج السوی، ص۴۱۷، ۴۱۸)

خواب

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات کشمکشِ انقلاب
صورت شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب
(بال جبریل، ص:۶۰۷)

تعبیر

ہم جتنی زیادہ تکلیفیں سہنا اور قربانیاں دینا سیکھیں گے اتنی ہی زیادہ پاکیزہ، خالص اور مضبوط قوم کی حیثیت سے ابھریں گے جیسے سونا آگ میں تپ کر کندن بن جاتا ہے۔
(پیغام عیدالاضحیٰ، 24 اکتوبر 1947ء)

تکمیل

انصاریوں کا ایک گھر تھا مدینہ پاک میں ان کا اونٹ پاگل ہوگیا اور وہ ہر ایک کو کاٹنے کے لیے بھاگتا تھا۔ وہ انصاری آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں آگئے۔ عرض کی: یارسول اللہﷺ ہمارا اونٹ پاگل ہوگیا ہے۔ آپؐ تشریف لائیے اور اس کو ٹھیک کردیجیے۔ یہ عقیدہ ان کا تھا کہ جانور بھی حضورؐ کے غلام ہیں۔ آقاؐ ان کے ساتھ چل پڑے جب ان کے گھر داخل ہونے لگے جس حویلی میں اونٹ تھا۔ انصاری نے آپؐ سے درخواست کی کہ آپؐ اکیلے اندر داخل نہ ہوں اونٹ حملہ کردے گا۔ آپؐ نے فرمایا: اونٹ مجھے کچھ نہیں کہتا۔ جب آقاؐ اونٹ کے سامنے گئے۔ اس کی نظر حضورؐ پر پڑی وہ دوڑا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر سجدہ ریز ہوگیا۔ آقاؐ نے اس کے ماتھے کے بال پکڑ کر کھینچے جھٹکا دیا اور فرمایا جاؤ کام کرو۔ اونٹ سر کو نیچے کرکے اسی وقت کام پر لگ گیا۔ صحابہ کرامؓ یہ منظر دیکھ کر دنگ رہ گئے اور بول اٹھے یارسول اجازت دیں ہم آپؐ کو سجدہ کریں۔ آقاؐ نے جواب دیا: میری امت میں اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں۔
(حضورﷺ سلطان انبیاء ہیں، دختران اسلام، اکتوبر 2021ء)

اداریہ

علم و امن کی تحریک کے 42 سال

17 اکتوبر 2022ء کو تحریک منہاج القرآن کا 42 واں یوم تاسیس منایا جارہا ہے۔ الحمدللہ تحریک منہاج القرآن اپنے قیام سے تاحال دین اسلام کی خدمت کے اعتبار سے معاصر تحاریکوں میں ایک بلند پایہ علمی، فکری کردار کی حامل تحریک ہے۔ تحریک منہاج القرآن یہ کو امتیاز حاصل ہے کہ اس نے دین سمیت انسانی زندگی کو درپیش ہر چیلنج کے مقابلہ کے لئے اپنا کردار ادا کیا اور اصلاحِ احوال کے حوالے سے اپنا حصہ ڈالا۔ علوم القرآن ہوں یا علوم الحدیث، علوم الفقہ ہو یا علوم التصوف، فلاح انسانیت ہو یا فروغِ علم ہر نہج پر تحریک منہاج القرآن نے اپنا لائق تحسین کردار ادا کیا ہے۔ تحریک منہاج القرآن کا یہ امتیاز اور تخصص ہے کہ اس تحریک نے عمر کے ہر حصہ کے افراد کے لئے تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ ان میں خواتین بھی ہیں، مرد بھی ہیں، نوجوان بھی ہیں اور یہاں تک کہ کم سن بچے بھی اس کے تعلیمی و تربیتی مساعی کا حصہ ہیں۔ تحریک منہاج القرآن کے بانی و سرپرست شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو اللہ رب العزت نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ آپ بلند پایہ مصنف، محقق ہونے کے ساتھ ساتھ مجدد بھی ہیں جنہوں نے دینِ اسلام پر ہونے والے حملوں کا بروقت اور انتہائی سلیقے کے ساتھ بھرپور جواب دیا اور اُمت کو فکری خلفشار سے بچایا۔ تحریک منہاج القرآن واحد اسلامی تحریک ہے جس نے ویمن امپاورمنٹ کے لئے سب سے زیادہ کام کیا۔ تحریک منہاج القرآن کے تنظیمی نظم کے اندر خدمت دین و خدمت انسانیت کے اعتبار سے مردوں کے مقابل کام کرنے کا شاندار ماحول اور سرپرستی میسر ہے۔ خواتین تحریک منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے بیداری شعور کی تحریک بھی چلارہی ہے، خدمت خلق کے شعبے میں بھی اپنا حصہ ڈال رہی ہے اس کے علاوہ اسلام کے ویمن امپاورمنٹ کے حقیقی تصور کے مطابق خواتین کو ہنر مند بنانے کے حوالے سے بھی وائس کے پلیٹ فارم سے اپنا کردار ادا کررہی ہے۔ تحریک منہاج القرآن سے وابستہ خواتین سکالرز اندرون اور بیرون ملک مبلغہ کی حیثیت سے اپنا دینی کردار ادا کررہی ہے اور گھر گھر جا کر مصطفوی تعلیمات کی شمعیں روشن کررہی ہے۔ تحریک منہاج القرآن نے خدمت دین اور خدمت انسانیت کے حوالے سے مختلف جہتوں پر کام کیا لیکن تحریک منہاج القرآن کا سب سے بڑا اعزاز اور انفرادیت تصنیف و تالیف ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے فریدِ ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی صورت میں ایک ایسے تحقیقی مرکز کی بنیاد رکھ دی ہے جو آئندہ نسلوں کے لئے علمی، فکری کردار ادا کررہا ہے اور اب تک تحریک منہاج القرآن نے اُمت اور انسانیت کو ایک ہزار سے زائد کتب کا تحفہ دیا ہے جن میں سے لگ بھگ ساڑھے 6 سو سے زائد کتابیں شائع بھی ہو چکی ہیں۔ دنیا کی اور کوئی ایسی تحریک کرہ ارض پر موجود نہیں ہے جس نے تصنیف و تالیف کے باب میں اس قدر اپنا حصہ ڈالا ہو۔ بلا شبہ اس کا کریڈٹ مجدد رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو جاتا ہے کہ جنہوں نے اپنے تجدیدی کام کو تحریک منہاج القرآن کے نام کیا اور تحریک کے ہر رکن کو اس تجدیدی کاوش میں حصہ دار بنایا ہے۔ شیخ الاسلام نے علوم القرآن، علوم الحدیث، قرآنک انسائیکلوپیڈیا کی تالیف، عظمتِ اہل بیت اطہار، عظمتِ صحابیت، تصوف، سیرت النبیؐ، بچوں کی تعمیر شخصیت، اقتصادیات اسلام، اسلام اور جدید سائنس، بلاسود بینکاری، خدمتِ خلق کی اہمیت، اصلاحِ احوال، اسلام میں انسانی حقوق، انتہا پسندی و دہشت گردی کے خاتمے اور فروغ علم و امن کے موضوعات پر سینکڑوں کتب تحریر کیں جن سے کروڑوں افراد مستفید ہورہے ہیں۔ اللہ رب العزت تحریک منہاج القرآن اور اس کے بانی و سرپرست شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو سلامت رکھے اور علم و امن کی اس شمع سے شمعیں روشن ہوتی رہیں۔ تحریک منہاج القرآن کے 42 ویں یوم تاسیس پر تحریک سے وابستہ تمام کارکنان، وابستگان کو مبارکباد دیتی ہیں۔ (چیف ایڈیٹر: دختران اسلام)

فکرِ شیخ الاسلام

جشن میلاد النبی ﷺ منانا حضور ﷺ کی سنت ہے

امام فخر الدین رازی بیان کرتے ہیں انسان سوائے اللہ کی رحمت اور فضل کی آمد کے کسی اور سبب پر جشن نہ منائے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا فکر انگیز خطاب

مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ط هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ. (یونس، ۱۰:۵۸)

’’فرما دیجیے: (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثتِ محمدی کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ اس (سارے مال و دولت) سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔‘‘

اللہ تبارک و تعالی نے فرمایا کہ تم پر اللہ کا فضل اور رحمت آ گئی۔ سب خوشیاں مناؤ، فرحت کرو، جشن مناؤ، فلیفرحوا اب یہاں ایک نکتہ ذہن میں رکھ لیں اللہ تبارک و تعالی نے فرحت منانے سے منع فرمایا۔ دوسرے مقام پر فرمایا سورۃ القصص، 76

لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ

تُو (خوشی کے مارے) غُرور نہ کر بیشک اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

ایک مقام پر اللہ نے فرحت کرنا ،خوشی منانا پسند نہیں کیا۔ دوسرے مقام پر اللہ نے حکم دیا کہ فرحت مناؤ، خوشیاں مناؤ اور جشن مناؤ ،گو الگ حکم آ گیا اس کی وجہ کیا ہے امام فخر الدین رازی بیان کرتے ہیں۔ اب یہ واجب ہوگیا کہ انسان سوائے اس اللہ کی رحمت اور فضل کی آمد کے کسی اور سبب پر جشن نہ منائے۔ جشن میں پابندی ہوگئی کہ جشن اور خوشیاں مناؤ صرف ایک سبب پر اللہ کی رحمت اور فضل پر قرآن نے فرمایا:

وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء)

اے رسول محتشم !ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

اللہ کی رحمت محمد مصطفیٰ ہے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا اے حبیب ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر۔ تو اللہ کی رحمت وجود مصطفیٰ کی شکل میں دنیا میں آ گئی۔ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں فرمایا کہ حضور کا نام اللہ نے رحمت رکھ دیا تو جب اللہ بولے گا کہ اللہ کی رحمت پر جشن مناؤ اللہ کی رحمت وجود مصطفیٰ ہے۔ سورہ جمعہ میں ہے وہ اللہ ہے جس نے امیین میں مکہ کے ان پڑھ لوگوں میں اپنا رسول بھیجا۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ق وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. (الجمعة، ۶۲:۲)

’’وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول (ﷺ) کو بھیجا وہ اُن پر اُس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور اُن (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے

ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں بے شک وہ لوگ اِن (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔‘‘

قرآن نے بتایا کہ مصطفیٰ سے پہلے گمراہی تھی تو مصطفیٰ آ گئے تو ہدایت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پہلے خوش نصیب تو وہ ہیں جن میں محمد مصطفیٰ آ گئے اور فرمایا دوسرے خوش نصیب وہ جو اس زمانے میں نہیں تھے بعد کے زمانوں میں آئیں گے۔ ان کو بھی منھم کی شان عطا کر دی اور فرمایا کوئی بات نہیں عاشقوں اگر تم ان سے نہیں ملے پھر بھی ہم نے تمہیں ان میں سے بنا دیا۔فرمایا کسی نے سوال کیا باری تعالی یہ کیسی بات ہوئی ان پر تو فضل ہوا کہ وہ اس زمانہ میں تھے اور انہیں انہوں مصطفیٰ علیہ السلام کو آنکھوں سے دیکھا اللہ کا فضل ہو گیا اور یہ جو بعد میں آئے جنہوں نے دیکھا بھی نہیں ان کو بھی باری تعالیٰ دونوں میں ملا دیا اس کا سبب کیا ہے؟ اللہ نے اس کا جواب دیا کہا (سورۃ الجمعہ،4)

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ)

یہ (یعنی اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد اور اِن کا فیض و ہدایت) اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اس سے نوازتا ہے، اوراللہ بڑے فضل والا ہے۔

وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَتُہ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا (لنساء)

اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً چند ایک کے سوا تم (سب) شیطان کی پیروی کرنے لگتے۔

اللہ نے فرمایا میرا محمد مصطفیٰ ﷺ تم پر آ گیا اور تم کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کے نور پر پہنچا دیا اور فرمایا اگر تم پر میرا یہ فضل نہ آتا اور یہ میری رحمت مصطفیٰ ﷺ نہ آتا تو تم سب شیطان کے چیلے اور فالور بن گئے ہوتے۔ گویا اللہ کا فضل اور اللہ کی رحمت اکیلا اکیلا بھی مصطفیٰ ﷺ ہے اور اکٹھا اکٹھا بھی مصطفیٰ ﷺ ہے اور جب اللہ کا فضل اور رحمت مصطفیٰ ﷺ ہوئے۔ اللہ نے فرمایا لوگو تم پر میرا فضل اور رحمت آ گیا ہے۔ اس دن کو جشن عید اور فرحت مناؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ آئے تو دیکھا کہ یہود لوگ یومِ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس دن اللہ نے فرعون کو غرق کیا تھا اور حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کو نجات دی گئی تھی دریائے نیل میں، ہم اسی خوشی میں اللہ کے شکر میں اس دن کی تعظیم میں روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے زیادہ ہم موسیٰ کے حقدار ہیں اور ساتھ ہی فرمایا کہ اے مسلمانوں تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس دن اللہ کی رحمت ونعمت ہو جائے اس کی تعظیم لازم ہے۔ امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ یومِ عاشورہ کے دن موسیٰ اور بنی اسرائیل پر تو اللہ کی نعمت کے بدلے تم اس دن کی تعظیم کرنا، اس دن کا شکر بجا لانا ، اس دن خوشی کرنا، شکر کرنا یہ اللہ کی طرف سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا حکم ہو گیا۔ اس کے بعد امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ جس طرح حضرت موسیٰ کو نعمتیں عطا کی گئی وہ دن شکر کے قابل ہو گیا اور جس دن وہ پیغمبر آئے جن کی آمد کی خبر حضرت موسیٰ اور ہر نبی دیتا رہا اور ساری کائنات کی بزم جس مصطفیٰ کی آمد کے لئے سجائی گئی ۔جس دن اس مصطفیٰ کا میلاد ہوا اس سے بڑی نعمت کائنات میں کوئی نہیں اگر اس دن نعمت کی تعظیم ہے تو مصطفیٰ کی ولادت سے بڑی کوئی نعمت نہیں اور بڑا کوئی دن نہیں۔

ابو قتادہ روایت کرتے ہیں: آپ ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے سوال کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ پیر کے روز روزہ کیوں رکھنا چاہیے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرے میلاد کا دن ہے۔

ایک یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی کہ اے عمر آپ کے قرآن میں ایک ایسی آیت بھی ہے جو اگر ہماری کتاب تورات میں آتی تو ہم اس

کے نزول کے دن عید مناتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بتاؤ وہ کونسی آیت ہے تو یہودی نے عرض کی:

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا.

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمیں معلوم ہے یہ آیت کس مقام پر اور کس دن نازل ہوئی۔

یہاں امام عسقلانی نے فتح الباری میں ایک سوال قائم کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہاں ایک شبہ یا اشکال پیدا ہوتا ہے کیونکہ سوال تو یہ تھا کہ اگر ہماری کتاب تورات میں یہ آیت آتی تو ہم عید مناتے اب جواب بھی اسی مناسبت سے ہوتا۔ لیکن حضرت عمر نے جواب میں فرمایا کہ یہ یوم عرفہ تھا جمعہ کا دن تھا تو سوال اور جواب میں مطابقت نظر نہیں آتی۔ اس بارے کے میں امام عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ آیت جمعہ کے دن اتری اور ہماری شریعت میں جمعہ کا دن عید کا دن ہوتا ہے اور فرمایا حج کا دن تھا تو ہماری شریعت میں حج کا موقع تین سے چار دن عید کا ہوتا ہے۔ یہاں تم ایک دن عید مناتے اور ہم اس کے نزول کے اعتبار سے ہر سال 4 دن عید مناتے ہیں اور ہر ہفتے جمعہ کے روز عید مناتے ہیں۔ ہم دو عیدیں مناتے ہیں۔ اس کے ساتھ امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت عمر کے حوالے سے ایک جملہ اضافہ فرمایا کہ حضرت عمر فاروق نے کہا:

اے یہودی ہمارے ہاں یہ دونوں دن عید مقرر کر دیے گئے ہیں۔

لہذا جس دن اعلان ہوا شریعت اسلام میں ایک سالانہ عید ہے اور ایک ہفتہ وار عید ہے تو ثابت ہوا جس نبی پر دین مکمل ہوا جس نبی پر آیت اتری جس نبی پر نعمت تمام ہوئی جس نبی کا دین اسلام ہمارے لیے منتخب ہو گیا۔ آیت اترے تو وہ دن عید ہوجائے اور جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو وہ دن عید کا کیوں نہیں ہو گا۔ خدا کی قسم وہ ایک ماہ کی عید کے برابر ہو گا۔

یہ سوال حضرت عوف نے کیا حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور یہ حدیث سنن ابی داؤد کی ہے جلد اول صفحہ 270 تا 275، نسائی جلد اول صفحہ 519، نسائی جلد سوم صفحہ 91، ابنِ ماجہ جلد اول صفحہ 345، صحاح ستہ میں ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان من افضل ایامکم یوم الجمعة

تمہارے ایام میں سے افضل یوم جمعہ ہے۔

یہ عید کا دن ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فیه خلق اٰدم

اس لیے کہ اس دن آدم کا میلاد ہوا تھا۔

یعنی پیدائش کا دن اس لیے عید بن گیا اور افضل ہو گیا کہ پہلا پیغمبر جو زمین پہ آیا اس کی پیدائش جمعہ کے دن ہوئی۔ اسلام کی شریعت میں جس دن پہلا پیغمبر پیدا ہو گیا وہ دن شریعت محمدی میں یومِ عید بنا دیا گیا۔

حضرت آدم جس دن پیدا ہوگئے وہ دن تو یومِ عید بن گیا۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کب نبی تھے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کنت نبیا آدم بین الروح و الجسد

آدم ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے کہ میں پہلا نبی تھا۔

جب خاتم النبین پیدا ہوا تو کیا وہ دن عید کا دن نہیں ہو گا؟

حضور کا میلاد ہو گیا۔ اور پھر جمعہ کے دن کے لیے کیا حکم ہے؟ حضور نے فرمایا جمعہ کے دن کیا کیا کرو۔ ابنِ ماجہ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مسجدوں میں بخور جلایا کرو۔ (عرب میں بخور اگربتی کو کہتے ہیں۔) چونکہ آدم کی پیدائش کا دن ہے۔ گویا محفلِ میلاد میں اگربتیاں جلانا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے

ثابت ہے۔ اور حضرت عمر نے ایک آدمی مقرر کیا تھا جسے بجور دان دیا تھا۔

جب جمعہ کا دن آتا تو لوگ محفل میں بیٹھ جائیں اور مجھ پر درود و سلام پڑھنے لگیں تو بجوردان لے کر ایک ایک کے پاس جایا کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حکم سے ایک ایک محفل کے شخص کے پاس بجور کی خوشبو بھیجتا تھا۔

اس کے بعد ایک جگہ حدیث جو صحیح بخاری میں ہے کہ جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ولادت ہوئی ابولہب نے ثویبہ کو بھیجا کہ جاؤ حضرت آمنہ کے پاس ان کے ہاں بچہ ہونے والا ہے ان کی خدمت کرو۔ جب حضور علیہ الصلاۃ و سلام پیدا ہوگئے ولادت ہوگئی تو ثویبہ خوشی سے دوڑتی ہوئی آئی اور ابو لہب کو خوشخبری سنائی۔ ابولہب تمہارے مرحوم بھائی عبداللہ کے گھر بیٹا پیدا ہو گیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگیا۔ ابو لہب نے خوشی میں بھتیجے کی خوشی میں ان دو انگلیوں سے اشارہ کر کے ثویبہ کو کہا جاؤ ثویبہ محمد کی ولادت کی خوشی میں تم کو آزاد کیا۔

آپ کو معلوم ہے ابولہب کافر تھا۔ کافر مرا۔ اس کی مذمت میں قرآن کی پوری سورت اتری۔ تبت یدا ابی لہب وتب مر گیا مومن نہ تھا۔ مرنے کے بعد وہ خواب میں حضرت عباس کو ملا خواب میں ملا حضرت عباس نے پوچھا ابولہب بتاؤ تمہارا کیا حال ہے؟ ابولہب نے کہا کہ سارا دن رات آگ میں جلتا ہوں سوائے پیر کے دن جب پیر کا دن آ جاتا ہے۔ مجھ پر دوزخ کا عذاب ختم کر دیا جاتا ہے کم ہو جاتا ہے اور ان دو انگلیوں سے پانی نکلتا ہے وہ پانی چوس کر اپنی پیاس کی شدت بجھاتا ہوں۔ عذاب کا کم ہونا اور سوموار کے دن پانی ملنا یہ اس وجہ سے ہے کہ میلاد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا بس اس کا اجر ملتا ہے۔ باقی آگ ہی آگ ہیں حدیث میں ہے جب وہ کافر، کافر کے کسی عمل کا کوئی اجر نہیں ہوتا۔ کافر کے سب عمل رائیگاں ہوتے ہیں ابولہب کافر ہو کر بھتیجے حضور کی ولادت کی خوشی کی۔ اس کا عذاب دوزخ سوموار کے دن کم ہو گیا جو مومن عاشق رسول ہو کر میلاد مصطفیٰ کرے گا تو جب وہ کرے گا تو خدا کی رحمت کا عالم کیا ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام مدینہ گئے وہاں سے ہجرت فرما کے مدینہ گئے تو آپ نے اپنا دوبارہ عقیقہ کیا تو بکرے ذبح کیے۔ گوشت لوگوں میں تقسیم کیا امام جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں یہ چونکہ عقیقہ ولادت کی خوشی میں ہوتا ہے۔ حقیقت میں یہ عقیقہ نہیں تھا لوگ عقیقہ سمجھے اصل میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنا میلاد منایا تھا۔ حضور نے میلاد منایا اور میلاد منانا آقا علیہ صلاۃ و سلام کا اپنا سنت ہوگیا ہے۔ جب میلاد کا مہینہ آتا ہے تو میلاد میں کیا ہوتا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ حضور کی کوئی دوبارہ ولادت ہو رہی ہے خوشی کر رہے ہوتے ہیں اور کھڑے ہوگئے ہو اور چراغاں کرتے ہو اور ایک کیفیت بنا لیتے ہو اور جلسہ جلوس کرتے ہو اور ایک جشن مناتے ہو تو کیا دوبارہ ولادت ہو گئی۔ ولادت تو چودہ سو سال پہلے ہوئی تھی تو تمہارے ہر سال ایسے کیوں کرتے ہو۔؟

اس بات کا جواب یہ ہے کہ جب ہم حج کرنے جاتے ہیں تو اپنے کپڑے اتار دیتے ہیں اور دو کھلی چادریں پہن لیتے ہیں یہ چادریں کس کی یاد ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لباس کی یاد ہے کہ آج شلوار قمیض کا زمانہ ہے لباس اتار کر چادر پہن لیا۔ کیونکہ شلوار قمیض کے ساتھ حج نہیں ہوسکتا تھا؟ کوئی حرج تھا؟ اللہ نے فرمایا نہیں حج کے لئے آئے ہو میری ابراہیم کی یاد مناؤ لباس نے یاد منائی ہے۔ صفا مروا پر گئے کیونکہ حضرت ہاجرہ صفا مروا پر دوڑی تھیں۔ حضرت اسماعیل کے پانی کے لئے چار ہزار سال گزر گئے آپ کا حج نہیں ہوتا جب تک صفا مروہ کی سعی نہیں کرتے سات چکر نہ لگائیں۔ پہاڑوں پر دوڑے دوڑے پھرنا کون سی عبادت ہے؟ اس میں

قرآن کی تلاوت نہ ذکر اور نہ نعت نہ ذکر نہ اذکار آتا ہے کچھ بھی پڑھ لیں نہیں آتا تو کچھ نہ پڑھیں تب بھی صفا مروا کی سعی ہوجائے گا۔ کیونکہ اللہ نے چاہا کہ میری ہاجرہ کی یاد منائی جائے۔

آپ عرفات میں پہنچ گئے 9 ذوالحج کو اور وہاں جا کر کوئی چاہے جا کر نفل پڑھے نہ پڑھے، خطبہ سنے یا نہ سنے، عبادت کرے یا نہ کرے، تسبیح کرے نہ کرے، تلاوت کرے نہ کرے، کوئی کام فرض نہیں 9ذوالحج کو جو عرفات میں پہنچ گیا۔ آپ کا حج بن گیا۔ فرمایا حج میں اپنے پیارے نبیوں کی یاد مناتا ہوں۔ باری تعالیٰ یہ کس کی یاد ہے؟ جب آدم اور حوا اترے ایک دوسرے کی تلاش میں جب اس زمین میں پہنچے اس میدان میں پہنچے مل گئے تھے۔ یہ آدم وحوا کی یاد ہے ۔تمہارا حج بن گیا۔ مزدلفہ میں گئے۔ کنکریاں چنی منیٰ میں آگئے اور فرمایا یہ پتھروں کے بنے ہوئے شیطان ہیں تم ان کو کنکریاں مارو۔ وہ تو اسماعیل کے پاس شیطان آیا تھا اور فرمایا یہ پتھروں کے بنے ہوئے شیطان ہیں انہیں کنکریاں مارو۔ اسماعیل کے پاس شیطان آیا تھا روکنے کے لیے کنکریاں ماریں۔ اب شیطان نہیں کھڑا۔ پتھر کے ستون ہیں اس کو کنکریاں مارتا ہے عقل سے پوچھا ہے کوئی جواب کسی کے پاس؟ نہیں سوائے اس کے کہ میرے اسماعیل نے کنکریاں ماری تھی ۔اصل شیطان ہو یا نہ ہو ستون کھڑا کر کے اسماعیل علیہ السلام کی کنکریاں مارنے کی یاد تازہ کرنے کا نام ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد چار ہزار سال بعد کرلو تو جائز۔ اسماعیل علیہ السلام اور ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد دوڑ لگا کر چار ہزار سال بعد بھی کرلو تو جائز ۔کنکریاں مار کر اسماعیل علیہ السلام کی یاد چار ہزار سال بعد بھی کرلو تو جائز۔ تمہارا حج ہوگیا اور ان سب نبیوں کا بڑا نبی محمد مصطفیٰ کی خوشی چودہ سو سال بعد مناؤ تو ناجائز ہے؟

حضور کے قصیدے پڑھنا اور حضور کی نعتیں پڑھنا یہ بھی خود مصطفیٰ کی سنت ہے، میلاد مصطفیٰ کا ایک ایک جز سنت نبوی ہے۔ سب سے پہلے تو حضور کی نعت پڑھنا خدا کی سنت ہے۔

وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ .

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیا(سورہ انشراح)

مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی.

(اے محبوبِ مکرّم!) ہم نے آپ پر قرآن (اس لئے) نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں(طہ)

لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ.

میں اس شہر (مکہ) کی قَسم کھاتا ہوں(البلد)

وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ.

(اے حبیبِ مکرّم!) اس لئے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَ اَزۡوَاجُهٗۤ .

نبیِ (مکرّم) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حق دار ہیں اور آپ کی ازواجِ (مطہّرات) اُن کی مائیں ہیں(سورہ احزاب)

حضرت عائشہ صدیقہ روایت کرتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نعت خوانی کی محفل ایک بار نہیں ہمیشہ قائم کیا کرتے تھے۔ فرمایا ممبر لگاؤ اور ممبر پر حضرت حسان بن ثابت کو کھڑا کرتے اور حسان بن ثابت ممبر پر کھڑے ہو کر حضور کی نعتیں پڑھتا تھا۔

ہاتھ اٹھا کر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب تک حسان میری نعتیں پڑھتا رہے تو جبرائیل کو اس کے پیچھے کھڑا کر کے اس کی مدد کرتا رہ۔ حضرت اسود بن سریر ایک اور نعت خوان ہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اللہ کی مدح بھی لکھی ہے۔ آپ کی نعت بھی لکھی ہے صحابی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی نعتیں لے کر آؤ فرمایا پہلے اللہ کی حمد پڑھو اور پھر مجھے نعتیں سنا۔

حضرت سلمہ بن اکوع روایت کرتے ہیں: ہم خیبر کی جنگ کی طرف حضور کے ساتھ گئے۔ ایک شخص نے کہا عامر

بن اکوع آؤ کچھ نعت سناؤ مصطفیٰ کی محفل میلاد کرتے ہیں۔ اور حضور ساتھ تھے۔ پھر انہوں نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعتیں پڑھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدارت میں سب صحابہ نے خیبر کے راستے میں بیٹھ کر نعت پڑھی اور ابن عساکر اور امام احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی حضور کے سامنے کھڑے ہو کر حضور کی نعتیں پڑھتے تھے۔ حضور ممبر بچھاتے ممبر پر نعت خوان کھڑا کرتے نعت سنتے۔ اپنا بیان میلاد کرتے۔ اپنی شان رسالت بیان کرتے۔ صحابہ کی محفل ہوتی یہ سب کچھ ہمیشہ سے سنت مصطفیٰ ﷺ تھا۔ ہم میلاد میں کیا کرتے ہیں قیام۔

درود و سلام پڑھنا نبی کے میلاد کے دن اللہ کی سنت ہے۔

نبی کی ولادت کے دن سلام پڑھنا خدا کی سنت ہے۔ سورہ مریم میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے اللہ پاک نے فرمایا کہ سلام علیہ یوم ولد جس دن یحییٰ کا میلاد ہوا ہے۔ میلاد یحییٰ کے دن خدا نے سلام پڑھا تو میلاد مصطفیٰ کے دن سلام کیوں نہ پڑھا جائے۔ اسی سورۃ مریم میں حضرت عیسیٰ نے کہا السلام علی یوم ولدت جس دل میری ولادت ہوئی میلاد ہوا اس دن پر سلام ہوا تو میلاد یحییٰ کے دن سلام خدا نے پڑھا۔ میلاد عیسیٰ کے دن سلام خدا نے پڑھا اور خدا کا سب سے مقبول عمل سلام ہے اللہ نے فرمایا اللہ کا قول اور اللہ کا خطاب سلام ہے اللہ نے فرمایا سلام علی نوح فی العلمین سلام پڑھا نوح پر فرمایا سلام علی ابراہیم سلام پڑھا گیا ابراہیم پر فرمایا سلام علی موسی وھرون سلام پڑھا گیا۔ اللہ نے فرمایا سبحن ربک رب العزۃ عما یصفون لوگ ہو تم اللہ کی تعریف کرتے ہو اللہ کی توحید بیان کرتے ہو فرمایا میں اس سے بلند ہوں تو عرض کیا باری تعالیٰ تیری تعریف کرنا چاہیں تو کیا کریں؟

فرمایا طریقہ میں بتاتا ہوں فرمایا سلم علی المرسلین پہلے میرے نبیوں پر سلام کرو والحمد للہ رب العالمین پھر میری حمد کرو گویا حمد اس کی قبول کروں گا۔ جو میرے نبی پر سلام پڑھنے کے بعد حمد کرے گا۔ اللہ نے فرمایا اللہ نبی پر درود و سلام پڑھتا ہے اور فرشتے بھی سارے پڑھتے ہیں ایمان والو تم بھی رسول پر درود پڑھو اور سلام بھی کرو۔

امام زین العابدین نے فرمایا کسی نے پوچھا اہل سنت کی پہچان کیا ہے فرمایا جو مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ درود و سلام پڑھتا ہے وہی سچا سنی ہے۔

اسی کا عقیدہ عقیدہ اہلسنت ہے۔ اگر صلاۃ پڑھو درود پڑھو تو ثواب ملتا ہے۔ جو میرے مصطفیٰ پر ایک درود پڑھے اس کو دس نیکیاں دیتا ہوں دس برکت دیتا ہوں دس درجے بلند ہوتے ہیں اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں اگر مصطفیٰ کی بارگاہ میں درود پڑھو تو دس نیکیاں دس درجے ملتے ہیں اگر درود پڑھو تو ثواب ملتا ہے وہ اگر سلام پڑھو تو مصطفیٰ کی بارگاہ سے جواب ملتا ہے درود پڑھو تو ثواب ملتا ہے اگر سلام پڑھو تو مصطفیٰ کی بارگاہ سے جواب ملتا ہے۔

حضور کا میلاد کرنا یہ آج کا نہیں یہ ائمہ کے دور کی سنت ہے۔ جلال الدین سیوطی نے بیان کیا اہل مصر میلاد کرتے تھے اہل شام میلاد کرتے تھے اور امام سخاوی لکھتے ہیں کہ جب 12 ربیع الاول آتا مکہ میں میلاد ہوتا تھا 11 ربیع الاول کی ظہر کے بعد چھٹی ہو جاتی تھی مکہ میں اور ہر نماز کے بعد پہاڑوں پر توپوں کی سلامی ہوتی تھی مصطفیٰ ﷺ کے میلاد کی خوشی میں اور 12 ربیع الاول کی رات محفل میلاد صحن کعبہ میں ہوتی تھی۔ کل شافعی مالکی حنبلی علماء جمع ہوتے اور میلاد کا جلوس نکالتے مشعل ہاتھ میں لے کر حضرت بی بی آمنہ کے گھر جا کر وہاں درود و سلام کی محفل میلاد ہوا کرتی تھی۔ پورے جہان میں میلاد کی محفلیں ہوتی۔

لہذا حضور کے میلاد اور درود و سلام کی وہ دھوم مچا دو کہ میلاد کے انکار کی جڑیں کٹ کے رہ جائیں اور گنبد خضری میں تمہارے درود و سلام کے ترانے گونج گونج کر بارگاہ مصطفیٰ میں جائیں اور تمہیں سلام کے جواب آئیں۔

☆☆☆☆☆

ریاست مدینہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنِ کریم سے اخذ کردہ اصول وضوابط اور احکاماتِ خداوندی کو ریاستِ مدینہ کے انتظامی شعبہ جات کی اساس بنایا

ڈاکٹر انیلہ مبشر

آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت اہل عرب میں مرکزیت کا تصور ناپید تھا۔ پوری قوم جنگجو اور باہم نبرد آزما قبائل کا مجموعہ تھی۔ جس کی ساری قوت و صلاحیت خانہ جنگی اور آپس کی لوٹ مار میں برباد ہوتی تھی۔ اتحاد، تنظیم، شعورِ قومیت اور اطاعت وفرمانبرداری جن پر اجتماعی اور سیاسی زندگی کی بنیادیں قائم ہوتی ہیں اُن کے اندر یکسر مفقود تھیں۔ یہ وہ دور تھا کہ دنیا کے تمام سیاسی نظام بادشاہت، آمریت اور شخصی مطلق العنانیت پر مبنی تھے اور انسانیت ظلم و استبداد کی شکار تھی۔ مگر آپ نے ہجرتِ مدینہ کے بعد مساوات، اتحاد، انصاف اور اخوت کے زریں اصولوں پر مبنی اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی۔ دنیاوی بادشاہت کے برعکس حاکمیت کا ایک نیا تصور پیش کیا جس کی اساس اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور جمہور کی خلافت پر تھی۔ اس تصور حاکمیت میں شخصیت پرستی، خاندان پرستی یا آمریت کی کوئی گنجائش نہ تھی بلکہ معاشرے سے وابستہ تمام افراد و طبقات کو شریعتِ الٰہی اور مکمل دستورِ حیات کے ذریعے ایسا معاشرتی انصاف فراہم کیا گیا جو انسانی فلاح و بہبود اور ترقی و کمال کا ضامن تھا۔ سیاست کی اصطلاح میں مدینہ منورہ میں آپ کی قائم کردہ شہری مملکت یا ریاست ایک مکمل دستوری حکومت تھی جسے میثاقِ مدینہ کی صورت میں دستورِ مملکت دیا گیا۔ یہاں انتظامیہ قانونِ الٰہی کی پابند، عسکری، عدالتی، مالیاتی، معاشی و معاشرتی تمام امور و عوامل آپ کے قائم کردہ متوازن نظمِ حکومت پر استوار تھے۔ عہد نبوی میں ریاستِ مدینہ کی تعمیر و تشکیل آنحضرت ﷺ کے دس سالہ عہد رسالت کا وہ عظیم کارنامہ جو اُن کی آئینی و دستوری حکمت عملی، سیاسی تدبر، بصیرت و دانشمندی سے عبارت ہے۔ آپ ﷺ نے قرآن کریم سے اخذ کردہ اصول وضوابط کو ریاستِ مدینہ کے تمام شعبہ جات کی اساس قرار دیا اور اپنی حیاتِ طیبہ میں ان پر اس طرح عمل پیرا ہوئے کہ ریاستِ مدینہ کامیاب فلاحی مملکت میں تبدیل ہوگئی۔

انصاف کا حصول سادہ اور آسان تھا جس میں وکیل اور اس کی فیس کا کوئی تصور نہ تھا۔ جرائم کے سدباب کے لیے سعد بن قیس ؓ کو پولیس کے فرائض تفویض کیے گئے تھے۔ عوام الناس کے اخلاق و اطوار کو درست کرنے کے لیے آپ نے احتساب کا دستور اپنایا۔ آپ بہ نفس نفیس خود بازار میں جاکر خراب اجناس اور عوام کے اعمال کا احتساب فرماتے

مدینہ منورہ میں آپ کی آمد کے وقت یہاں قبائلی دور دورہ تھا۔ عرب اوس اور خزرج کے بارہ قبائل میں بٹے ہوئے تھے اور یہودی بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کے دس قبائل میں منقسم تھے ان میں برسوں سے لڑائی جھگڑے چلے آرہے تھے۔ یہاں کوئی مرکزی شہری نظام نہ تھا۔ مدینہ کی آبادی اس وقت اندازاً چار یا پانچ ہزار تھی جس میں آدھے کے قریب یہودی تھے۔ مسلمانوں کی تعداد 300 کے قریب تھی اور مہاجرین 60 سے زیادہ نہ تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ مدینہ کو اندرونی طور پر مضبوط و محفوظ کیا جائے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اہل مکہ تجارتی اور اقتصادی نقطہ نظر سے یہ برداشت نہیں کرسکتے تھے کہ مسلمانوں کی ایک کامیاب اسلامی ریاست اُن کی تجارتی شاہراہ پر قائم ہوجائے۔ چنانچہ اس نوزائیدہ ریاست کی تعمیر وتشکیل جہاں ایک بنیادی ضرورت تھی وہاں اس کارِ خیر میں بے شمار چیلنجز درپیش تھے۔ مثلاً:

۱۔ آنحضرتﷺ اور مقامی باشندوں کے حقوق وفرائض کا تعین

۲۔ مہاجرینِ مکہ کے رہن سہن کا انتظام

۳۔ ریاستِ مدینہ کی سیاسی تنظیم

۴۔ ریاست کے دفاع کا انتظام

۵۔ قریشِ مکہ سے مسلمانوں کو پہنچنے والے نقصانات کی تلافی

۶۔ ریاست کے غیر مسلم باشندوں خاص طور پر یہودِ مدینہ کو اپنا حامی بنانا

آنحضرتﷺ نے نئے معاشرے کی بنیادیں استوار کرتے ہوئے تاریخِ انسانی کا ایک تابناک کارنامہ سرانجام دیا اور مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات اور بھائی چارے کا عہد و پیمان کروایا۔ رسول اللہﷺ نے حضرت انس بن مالکؓ کے مکان میں مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ کرایا۔ اسلام کو رشتہ وقرابتداری کی اخوت کی بنیاد قرار دیا گیا۔ اس بھائی چارے کے ساتھ ایثار وغمگساری اور موانست کے جذبات بھی مخلوط تھے۔ جس نے نئے اسلامی معاشرے کو مضبوط بنیادیں فراہم کیں۔ اس مواخات کا مقصد امام غزالیؒ نے تحریر کیا ہے۔

ریاست مدینہ کی سیاسی تنظیم اور دفاعِ ریاست کا انتظام کرنے کے لیے آپ نے سن ۲ ہجری میں مدینہ کے انصار مہاجرین، یہود اور مدینہ سے باہر آباد قبائل سے ایک معاہدہ کیا جس میں سب کے حقوق وفرائض کو متعین فرمادیا گیا۔ ڈاکٹر حمید اللہ میثاقِ مدینہ کو دنیا کا پہلا تحریری دستور قرار دیتے ہیں۔ میثاقِ مدینہ میں ۵۳ جملے یا قانونی دفعات ہیں جو کہ دستور سازی کا بہترین نمونہ ہیں

اس کا مقصد تھا کہ جاہلی عصبتیں تحلیل ہوجائیں۔ حمیت و غیرت جو کچھ ہو وہ اسلام کے لیے ہو۔ نسل، رنگ اور وطن کے امتیازات مٹ جائیں۔ بلندی و پستی کا معیار انسانیت وتقویٰ کے علاوہ کچھ نہ ہو۔

مواخاتِ مدینہ اسلامی اخوت پر مبنی ایک ایسی معاشی و سماجی حکمتِ عملی تھی جس میں مسلمانوں کو درپیش بہت سے مسائل کا حل موجود تھا۔ مسجد نبوی کی تعمیر نے ریاستِ مدینہ میں اسلام کو مرکزیت عطا کی۔ یہ مسجد محض ادائے نماز ہی کے لیے نہ تھی بلکہ ایک یونیورسٹی تھی جسے صفہ کا نام دیا جاتا۔ اسی اقامتی درسگاہ سے فارغ التحصیل اصحاب کو دوسرے علاقوں میں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور تبلیغِ دین کے لیے بھیجا جاتا۔ اسلامی تعلیمات و ہدایات کے مرکز کے علاوہ یہ ایک محفل تھی جہاں جاہلی نفرت سے دوچار رہنے والے قبائل باہم شیر وشکر ہورہے تھے۔ نیز یہ ایک مرکز تھا جہاں سے اس چھوٹی سی ریاست کا سارا نظام چلایا جاتا تھا۔ مختلف قسم کی مہمات بھیجی جاتی تھیں۔ علاوہ ازیں اس کی حیثیت ایک پارلیمنٹ کی بھی تھی جس میں مجلس شوریٰ اور مجلس انتظامیہ کے اجلاس منعقد ہوا کرتے تھے۔

ریاستِ مدینہ میں آپ کو ایک فیصلہ کن حیثیت حاصل تھی مگر اس کے باوجود آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تکمیل کی کہ ''مسلمانوں کا کام آپس کے مشورے سے چلتا ہے۔'' (سورۃ الشوریٰ)

آپ مجلس شوریٰ کو مسجد نبوی میں منعقد فرماتے جس میں عوام کو بھی مشورے میں شامل کیا جاتا مثلاً غزوہ احد اور غزوہ خندق کے موقعوں پر آپ نے تمام صحابہ سے مشورہ طلب کیا اور ان کی رائے کو قبول کیا۔ مجلس شوریٰ اور باہمی مشاورت آپ کے نظامِ حکومت کا ایک اہم ستون تھا۔

آپ نے میثاقِ مدینہ کے ذریعے نوزائیدہ ریاستِ مدینہ کو دفاعی لحاظ سے مضبوط کردیا۔ اس معاہدے میں اندرونِ مدینہ اور اس کے اردگرد بسنے والے قبائل کو شامل کیا گیا جس سے ایک طرف مدینہ محفوظ ہوگیا، دوسرے مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہوگیا اور انھیں مکہ سے شام جانے والی شاہراہ پر بھی کنٹرول حاصل ہوگیا۔ یوں قریش مستقل طور پر مسلمانوں کے معاشی دباؤ میں آگئے

ریاستِ مدینہ میں قائم نظامِ عدل میں آپ کی حیثیت مفسر قانون اور منصفِ اعلیٰ دونوں کی تھی۔ آپ ﷺ نے یمن میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر بھیجا تو اس موقع پر طے کردیا کہ قانونِ اسلامی کے ماخذ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قرآن کریم ۲۔ سنتِ رسول ﷺ

۳۔ اجتہاد ۴۔ اجماع

(اجماع خود آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ممکن نہ تھا بلکہ اس کا تعلق بعد کے زمانوں سے تھا)

عوام کو فوری اور سستا انصاف مہیا کرنے کے لیے نظام عدلیہ میں دو بڑے عہدے تھے۔

۱۔ افتاء۔ اس شعبہ کے تحت عام کو مفت قانونی مشورے دیئے جاتے۔ ڈاکٹر حمیداللہ کے مطابق یہ نیا ادارہ عہد نبوی میں قائم ہوا اس ادارے کا سربراہ مفتی ہوتا جس کا مطلب قانون بتانے والا اور فتویٰ دینے والا تھا۔

۲۔ قضاء۔ مفتی کے علاوہ دوسرا ادارہ قاضی کا تھا جس کا مقصد مقدمات سننا اور فیصلے صادر کرنا تھا۔ مدینہ اور اس کے گردونواح کے مقدمات آپ ﷺ خود سنتے تھے اور دور دراز علاقوں کے لیے قاضی مقرر فرماتے تھے۔ مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو آپ نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا۔

انصاف کا حصول سادہ اور آسان تھا جس میں وکیل اور اس کی فیس کا کوئی تصور نہ تھا۔ جرائم کے سدباب کے لیے سعد بن قیس رضی اللہ عنہ کو پولیس کے فرائض تفویض کیے گئے تھے۔ عوام الناس کے اخلاق و اطوار کو درست کرنے کے لیے آپ نے احتساب کا دستور اپنایا۔ آپ بہ نفس نفیس خود بازار میں جا کر خراب اجناس اور عوام کے اعمال کا احتساب فرماتے۔

بہت سے صحابہ کو مالیات کا ریکارڈ رکھنے اور مال غنیمت کے حساب کتاب پر مامور فرمادیا گیا تھا۔ مثلاً حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حسن بن نمیر رضی اللہ عنہ مضقب بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہ اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ زکوٰۃ و صدقات، پیداواری مالیہ اور مال غنیمت کا حساب کتاب رکھتے۔ مال غنیمت اور مالیہ کی مد میں حاصل ہونے والی ایک ایک پائی کو حق کے مطابق وصول وخرچ کیا جاتا۔ خانوادہ رسول کی کسمپرسی اور سادہ طرزِ حیات کا یہ عالم تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ گھر میں کئی کئی دن تک چولہا نہ جلتا۔ اگر ایک وقت کا کھانا دستیاب ہوتا تو دوسرے وقت کی خبر نہ ہوتی کہ میسر ہوگا کہ نہیں۔ اس طرح اسلامی معاشرے میں معاشی اور معاشرتی انصاف مہیا کرنے کی مثال قائم کی گئی۔

ریاست مدینہ کی سیاسی تنظیم اور دفاعِ ریاست کا

انتظام کرنے کے لیے آپ نے سن ۲ ہجری میں مدینہ کے انصار مہاجرین، یہود اور مدینہ سے باہر آباد قبائل سے ایک معاہدہ کیا جس میں سب کے حقوق و فرائض کو متعین فرمادیا گیا۔ ڈاکٹر حمیداللہ میثاقِ مدینہ کو دنیا کا پہلا تحریری دستور قرار دیتے ہیں۔ میثاقِ مدینہ میں ۵۳ جملے یا قانونی دفعات ہیں جو کہ دستور سازی کا بہترین نمونہ ہیں۔ اس میں ہر قبیلے کو ایک جماعت کی حیثیت سے معاہدے میں شامل کیا گیا۔ مثلاً آپ نے یہودیوں کے دس قبیلوں کا الگ الگ نام لے کر ان سے معاہدہ کیا۔ بعد ازاں جب یہ قبائل ایک ایک کرکے میثاقِ مدینہ سے الگ ہوئے تو ایک قبیلے کے معاہدے سے خارج ہوجانے کے باوجود باقی یہود قبائل سے معاہدہ قائم رہا۔ اس سیاسی بصیرت کی بدولت یہود جیسے زیرک دشمن پر کنٹرول پانا آسان ہوگیا۔

آپ نے مختلف نسلوں اور عقیدوں کے لوگوں کو منظّم کرکے ایک لڑی میں پرویا۔ مدینہ کی چھوٹی سی بستی کو 24 محلوں پر مشتمل شہری مملکت کی سربراہی قبول کی۔ میثاقِ مدینہ آنحضرتﷺ کی سیاسی بصیرت و صلاحیت کا شاہکار ہے۔ یہ ایک ایسی تاریخ ساز دستاویز ہے کہ اس کے ذریعے مدینہ کے یہود، مشرکین اور عیسائی سب آپ کو اپنا سیاسی رہنما تسلیم کرنے لگے۔ میثاقِ مدینہ کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی تھی۔

''یہ معاہدہ محمد رسول اللہﷺ کی جانب سے اہل مدینہ کے ساتھ ہے۔''

عہد حاضر کے نامور محقق پروفیسر اسلم اپنے تاریخی مقالے میں تحریر فرماتے ہیں کہ

''اس معاہدے میں یہودی قانونی طور پر آنحضرتﷺ کو نبی تسلیم کریں گے۔ اس معاہدے پر دستخط کرنے سے یہودیوں نے آپ کو نبی تسلیم کرلیا۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی اور سیاسی فتح تھی جو میدانِ جنگ میں نہیں بلکہ باہمی مشاورت سے حاصل کی گئی تھی۔''

ریاستِ مدینہ کے سربراہ اعلیٰ کی حیثیت سے آپ نے مدینہ میں لاقانونیت کا خاتمہ کیا۔ تمام قبائل کو برابر کا درجہ دیتے ہوئے انھیں داخلی آزادی، مذہبی قوانین اور رسوم و رواج کی پوری آزادی دی گئی جس کی مثال موجودہ دور کے مہذب معاشروں میں بھی ملنی بہت مشکل ہے۔

آپ نے میثاقِ مدینہ کے ذریعے نوزائیدہ ریاستِ مدینہ کو دفاعی لحاظ سے مضبوط کردیا۔ اس معاہدے میں اندرونِ مدینہ اور اس کے اردگرد بسنے والے قبائل کو شامل کیا گیا جس سے ایک طرف مدینہ محفوظ ہوگیا، دوسرے مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہوگیا اور انھیں مکہ سے شام جانے والی شاہراہ پر بھی کنٹرول حاصل ہوگیا۔ یوں قریش مستقل طور پر مسلمانوں کے معاشی دباؤ میں آگئے۔

الغرض میثاقِ مدینہ آنحضرتﷺ کی ایک بہت بڑی سیاسی فتح تھی جو انھوں نے مدینہ آنے کے کچھ ہی عرصے بعد حاصل کرلی۔ اس سیاسی فتح کے بڑے دور رس نتائج اور اثرات مرتب ہوئے۔ بعد ازاں وقت اور حالات نے ثابت کردیا کہ آنحضرتﷺ کی قائم کردہ ریاستِ مدینہ قومی، نسلی، لسانی اور جغرافیائی تعصّبات سے بالاتر باہم متحد و مربوط، اپنے باطنی عقائد و نظریات میں مکمل و ہم آہنگ اور دنیاوی مفادات سے بالاتر ایک ایسی منظّم ریاست تھی جس نے پوری انسانیت کو اتحاد و تنظیم کا پیغام دیا۔ تعلیم و تربیت اور حکم و اطاعت کی اعلیٰ صلاحیتوں کی بدولت قوم شُتر بانی کے مقام سے جہانبانی کے مقام پر پہنچ گئی اور شہر مدینہ ایشیا، یورپ اور افریقہ کے تین براعظموں میں پھیلی ایک وسیع اور زبردست سلطنت کا صدر مقام بن گیا۔ یہ سب آنحضرتﷺ کی سیاسی بصیرت، دانشمندی اور حکیمانہ تدبر ہی سے ممکن ہوا۔

☆☆☆☆☆

کامل و اکمل ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رخِ مصطفیٰ ﷺ ہے وہ آئینہ، کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ کسی کی بزمِ خیال میں، نہ دکانِ آئینہ ساز میں

ڈاکٹر شفاقت علی البغدادی الازہری

وہ کمال حسنِ حضور ہے، کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

جانِ کائنات، رحمت دوجہاں، راحتِ جسم و جان، جانِ ایمان، ذاتِ حبیب ،حضور نبی اکرم ﷺ کو اللہ جل مجدہ نے اس جہان فانی میں نسخہ جامعہ،حقیقہ الحقائق، مرکزِ دائرہ ،مرآۃ الحق والحقیقہ ،کل شئ ، قطب ولی،روح عالم ،اصل عالم،عقل اول، اورانسان کامل بنا کرمبعوث فرمایا ہے۔کسی نے کیا خوب فرمایا:

رخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ،کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ کسی کی بزمِ خیال میں،نہ دکانِ آئینہ ساز میں

یعنی ذاتِ بابرکات ﷺ کو جملہ جہات و اعتبارات سے ایسا حسین جامہ معطرۃ زیب تن فرمایا گیا ہے کہ کائنات ہست و بود میں تمام موجودات ومخلوقات آپ کی ذات کے اردگرد مثلِ پروانہ محوِرقصاں ہیں۔کیونکہ آپ کی ذات کے بے شمار و بے حساب گوشے ہیں ان گوشوں میں سے ایک گوشہ اسوت وقدوت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کو اسوہ نافعہ وکاملہ اورقدوۃ حسنہ قرار دیا ہے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِيۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ. (الاحزاب:۲۱)

تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونہ (حیات) ہے۔

بلاشک بنی نوع انسان کے لیے اسوہ کاملہ و نافعہ وہی ہستی بن سکتی ہے جوخود کاملیت و اکملیت کی صفات سے متصف ہو۔یا وہ ذات جو اسی ذات کی ان صفات سے فیض یافتہ ہو۔

اللہ رب العزت نے آپ کو تمام انسانیت کے لیے آئیڈیل (ideal) اور رول ماڈل (role model) کا درجہ قرار دیا ہے اور خیرات و برکات، حصول نعم و برکات کا مصدر اول بنایا ہے۔کیونکہ آپ وحی الٰہی سے گفتار کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى. اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى. (النجم،۳،۴)

اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے۔اُن کا ارشادسَراسَر وحی ہوتا ہے جوانہیں کی جاتی ہے۔

اور آپ کے اوامر ونواہی منشاء خداوندی کے تابع ہیں اسی وجہ سے یہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡهُ وَمَا نَهَاكُمۡ عَنۡهُ فَانۡتَهُوۡا. (الحشر:۷)

ور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں عطا فرمائیں سواُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اُس سے) رُک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی رسول ﷺ کی تقسیم وعطا پرکبھی زبانِ طعن نہ کھولو)۔

اور فرمایا:

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ. (الاعراف: ۱۵۷)

جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

جملہ مخلوقات میں سے انسان کامل ہی خلافت الٰہیہ کا حق دار ٹھہرتا ہے کیوں کہ وہ علوم خداوندی کا امین ہوتا ہے مسجود ملائکہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۔قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ. قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ. (البقرۃ، ۳۰)

اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، انہوں نے عرض کیا: کیا تُو زمین میں کسی ایسے شخص کو (نائب) بنائے گا جو اس میں فساد انگیزی کرے گا اور خونریزی کرے گا؟ حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور (ہمہ وقت) پاکیزگی بیان کرتے ہیں، (اللہ نے) فرمایا: میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

خلافت الٰہیہ وہ عظیم المرتبت درجہ و رتبہ تھا جس کا حصول بذریعہ قبول امانت اور اطاعت وتسلیم ہی ممکن تھا جملہ موجودات ومخلوقات میں سے اس امانت کو حضرت انسان نے قبول کیا حالانکہ یہ مشکل اور کٹھن امر تھا نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے اس کو خلافت کا مقام عطا فرمایا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا. (الأحزاب:۷۲)

بیشک ہم نے (اِطاعت کی) امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو انہوں نے اس (بوجھ) کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا، بیشک وہ (اپنی جان پر) بڑی زیادتی کرنے والا (ادائیگی امانت میں کوتاہی کے انجام سے) بڑا بے خبر و نادان ہے۔

کسی بھی شخصیت کے لیے اسوہ حسنہ اور نمونہ کاملہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ تمام انسانوں کو ہدایت و راہنمائی دینے والی تعلیمات و اخلاق کی مالک ہو تاکہ خاندان و قبیلہ رنگ ونسل، ملک و وطن ،خطہ وعلاقہ سے ماوراء ہو تاکہ تمام انسان اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اسوہ حسنہ سیرت و اخلاق ہی ہوتا ہے۔ لامحالہ سیرت و اخلاق بھی تب ہی کاملہ و نافعہ ہوسکتے ہیں جب انسان بذات خود کامل و تام ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایمان کی کاملیت کا معیار حسن اخلاق کو قرار دیا اور ارشاد فرمایا:

اكمل المومنين ايمانا احسنهم خلقا. (رواہ الترمذی)

مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

لیکن اگر اخلاق کے لحاظ سے دیکھا جائے تو بھی اللہ رب العزت نے آپ کو کاملیت کا شرف بخشا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ. (القلم:۴)

اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزّین اور اَخلاقِ اِلٰہیہ سے متّصف ہیں)۔

اللہ رب العزت نے ذات مصطفیٰ ﷺ کو اول الامر کاملیت و اکملیت کا درجہ عطا فرمایا اور آپ کے اخلاق و سیرت کو بھی جامعیت عطاء فرمائی۔ یہاں تک کہ اگر ہم تاریخ ہست و بود میں نظر دوڑائیں تو آپ جیسی ذات صفات یا کمال نظر نہیں آتا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

تاریخ اگر ڈھونڈے کی ثانی محمدؐ
ثانی تو بڑی چیز ہے سایہ نہ ملے گے

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات حسن و جمال میں بھی کاملیت کے درجہ پر فائز تھی۔ آپ ﷺ کی حسن و کمال کی خیرات کائناتِ حُسن کے ہر ہر ذرّے کو ملی۔ عالم فوق وتحت کی تمام رعنائیاں آپ ﷺ ہی کے دم قدم سے روشن اور تاباں ہیں۔اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو ایسا جمالِ بے مثال عطا

فرمایا کہ کوئی آنکھ جی بھر کر دیکھنے کی تاب نہ رکھتی تھی۔

امام زرقانی نے اپنی کتاب میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ایمان افروز قول نقل کیا ہے:

لم يظهر لنا تمام حسنه، لأنّه لو ظهر لنا تمام حسنه لما أطاقت أعيننا رؤيته. (زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ،۵:۲۴۱)

حضور کا حسن و جمال مکمل طور پر ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا اور اگر آقائے کائناتﷺ کا تمام حسن و جمال ہم پر ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھیں حضورﷺ کے جلووں کا نظارہ کرنے سے قاصر رہتیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے آپﷺ کے کمالِ حسن و جمال کو نہایت ہی خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

رأيتُ رسول اللهﷺ في ليلة إضحيان، فجعلت أنظر إلى رسول اللهﷺ و إلى القمر، و عليه حلة حمراء، فإذا هو عندى أحسن من القمر. (رواہ الترمذی)

ایک رات چاند پورے جوبن پر تھا اور اِدھر حضورﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ اُس وقت آپﷺ سرخ دھاری دار چادر میں ملبوس تھے۔ اُس رات کبھی میں رسول اللہ کی حسنِ طلعت پر نظر ڈالتا تھا اور کبھی چمکتے ہوئے چاند پر، پس میرے نزدیک حضورﷺ چاند سے کہیں زیادہ حسین لگ رہے تھے۔

حضرت براء بن عازب صفرماتے ہیں:

ما رأيتُ من ذى لمة أحسن فى حلّة حمراء من رسول اللهﷺ. (رواہ مسلم)

میں نے کوئی زلفوں والا شخص سرخ جوڑا پہنے ہوئے رسول اللہﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرمﷺ کے کمالِ حسن کو بڑے ہی دلپذیر انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَ أَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي
وَ أَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

آپﷺ سے حسین تر میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں اور نہ کبھی کسی ماں نے آپﷺ سے جمیل تر کو جنم ہی دیا ہے۔ آپﷺ کی تخلیق بے عیب (ہر نقص سے پاک) ہے، (یوں دِکھائی دیتا ہے) جیسے آپﷺ کے ربّ نے آپ کی خواہش کے مطابق آپﷺ کی صورت بنائی ہے۔

جس طرح اللہ رب العزت نے اپنے محبوبﷺ کی ذاتِ مقدسہ کی حقیقت کو اپنی مخلوقات سے مخفی رکھا اِسی طرح آپ کے اوصافِ ظاہری کو بھی وہی پروردگارِ عالم خوب جانتا ہے۔ علمائے حق کا یہ عقیدہ و اعتقاد ہے کہ حضور سرور کونینﷺ کے اوصافِ ظاہری کی حقیقت بھی مکمل طور پر مخلوق کی دسترس سے باہر ہے اور باطنی احوال کا بھی احاطہ ناممکن ہے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرمﷺ کی حقیقت کو اُن کے خالق کے سوا کوئی نہیں جانتا، شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے کیا خوب لکھا:

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہ المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

الغرض خدا کی ذات کے بعد آپﷺ ہی وہ کامل ترین ہستی ہیں جن کی زندگی اپنے اندر عالمِ انسانیت کی مکمل رہنمائی کا پورا سامان رکھتی ہے۔ اللہ رب العزت نے آپﷺ کی ذات مبارکہ کو ہر حوالے کاملیت و کمالیت سے شرفیاب فرمایا۔ اللہ رب العزت کی بارہ گاہ میں دعا ہے کہ حضور نبی اکرمﷺ کی مدحت ہمارے لئے توشۂ آخرت بن جائے اور ہماری یہ ادنیٰ سی کاوش بارگاہِ ایزدی میں شرف قبولیت پا کر ہمارے لئے حضور نبی اکرمﷺ کی شفاعت کا موجب بن جائے۔ آمین بجاہ سید المرسلینﷺ

☆☆☆☆☆

ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظہرِ خُلقِ عظیم

سیرت طیبہ فلاحِ انسانیت کا مکمل ضابطہ حیات اور کامل نصاب ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پر آنے والا کوئی سوالی کبھی خالی ہاتھ واپس نہ لوٹا

سعدیہ کریم

رسول اللہ ﷺ کی جلالت شان اور کمالات نبوت خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں۔ آپ ﷺ کو تمام انبیاء اور رسل میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ آپ ﷺ سیدالانبیاء کے مرتبے پر فائز ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کی ذات اقدس کو دنیا کے لیے مثالی نمونہ بنایا گیا ہے۔

ولادت مصطفیٰ ﷺ جو میلاد النبی ﷺ کے نام سے منائی جاتی ہے اس کی شان کو بھی قرآن کریم میں انتہائی تزک و احتشام کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو یہ پیغام دیا ہے کہ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ . (آل عمران،۳: ۱۶۴)

”بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول (ﷺ) بھیجا۔“

اور یہ بھی واضح کردیا گیا کہ:

پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔“ (الاعراف:۱۵۷)

سورہ نساء میں حکم ہوا ہے کہ:

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے اسے وہ دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت انگیز عذاب ہے۔“ (النساء:۱۴)

ان تمام آیات قرآنی سے پتہ چلتا ہے اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو حصول شرف انسانیت و تکمیل عبدیت کے لیے اور اپنے تمام احسانات و انعامات سے مشرف ہونے کے لیے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کرنے اور ان کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اسی میں انسانیت کی فلاح ہے۔

سیرت طیبہ محفوظ ہے:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور سرور کائنات ﷺ کے پاکیزہ شمائل و خصائل، عادات و عبادات کا پورا ذخیرہ محفوظ و مدون ہے اور ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ یہ انسانیت کی فلاح و سعادت کا کامل نصاب اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔

آپ ﷺ کی پاکیزہ الہامی زندگی کا گوشہ گوشہ اپنے اندر نور اور ہدایت کو سمیٹے ہوئے ہے کسی بھی انسان کا سوانحی خاکہ تیار کرنا ہو تو اس کا آغاز اس کی ولادت سے کیا جاتا ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کی زندگی، آپ ﷺ کی سیرت اور حیات طیبہ کا معاملہ سب سے جدا اور نرالا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند فرمایا اور اس کا اعلان قرآن مجید میں فرمادیا ارشاد ہوا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ. (الانشراح،۹۴:۴)

”اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیا۔“

آپ ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری اور اپنی والدہ کا وہ حسین خواب تھے جو انھیں اللہ کی طرف سے خوشخبری اور تسکین کے لیے دکھایا گیا تھا۔ آپ ﷺ عرب وعجم میں بے مثل اور اصل ونسل، حسب ونسب اور اصالت میں تمام انسانوں سے زیادہ پاکیزہ تھے۔ عقل وفراست و دانائی اور بردباری میں سب سے فزوں تر علم و بصیرت میں، یقین محکم اور عزم راسخ میں قوی تر، رحم وکرم میں سب سے زیادہ رحیم وشفیق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایسی حکمت اور دانائی سے نوازا کہ آپ ﷺ نے دنیا کے تمام اندھیروں کو نور سے بدل دیا۔

قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے کہ وہی انسان آپ ﷺ پر ایمان لاتا ہے اور آپ ﷺ کی عزت ونصرت کرتا ہے جس کے نصیب میں اللہ تعالیٰ نے نیک بختی رکھی ہے اور وہی تکذیب کرتا ہے جس پر اللہ نے بدبختی لازم کردی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی عملی حیات طیبہ پوری انسانیت کے لیے نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے پیغام ربانی کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اپنی پوری زندگی قرآن کی تفسیر میں بسر کی۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر عمل قرآنی آیات کی تفسیر وتوضیح ہے۔ تمام عالم آپ کی زندگی کی تفصیلی معلومات کا محتاج ہے۔ آپ ﷺ کی مقدس سوانح عمری کی ضرورت صرف اسلامی یا مذہبی ضرورت نہیں بلکہ ایک عملی ضرورت ہے، ایک اخلاقی ضرورت ہے، ایک تمدنی ضرورت ہے، ایک ادبی ضرورت ہے۔

سیرت طیبہ کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اس کی ضرورت ہر دور اور ہر زمانے میں رہی ہے۔ آپ ﷺ کی مقدس اور تابناک سیرت سے آج بھی عالم کا ہر گوشہ منور ہے۔ ذیل میں سیرت طیبہ کے چند واقعات نقل کیے جارہے ہیں جن سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آج کے پُرفتن دور میں سیرت طیبہ پر عمل کرنے کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ساری کائنات کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ کی رحمت صرف مسلمانوں یا انسانوں کے لیے نہیں بلکہ تمام مخلوقات کے لیے ہے۔ اس رحمت سے ہر خاص و عام اس سے مستفید ہوسکتا ہے۔

عبادات کے علاوہ آپ ﷺ نے معاشرتی عدم توازن کو روکنے کے لیے معاملات کی بہتری پر زور دیا اور معاملات کو عبادات کی روح سے تعبیر فرمایا۔

”حضرت عبداللہ بن معاویہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین کام ایسے ہیں کہ جو شخص ان کو کرے گا وہ ایمان کا ذائقہ چکھے گا۔ صرف اللہ کی عبادت کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اپنے مال کی زکوۃ ہر سال اس طرح دے کہ اس کا نفس اس پر خوش ہو اور اس پر آمادہ کرتا ہو۔“

اس حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے زکوٰۃ کا ذکر توحید کے ساتھ فرمایا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے ایمان کا مزہ اور حلاوت مزید بڑھ جاتی ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کی راہ میں کشادہ دستی سے خرچ کرتی رہو اور اس فکر میں مت پڑو کہ میرے پاس کتنا ہے اور اس میں سے کتنا راہ خدا میں خرچ کروں۔ اگر تم اس کی راہ میں اس طرح حساب کرکے دو گی تو وہ بھی تمھیں حساب ہی سے دے گا اور اگر بے حساب دو گی تو وہ بھی اپنی نعمتیں تم پر بے حساب انڈیلے گا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی بلکہ اضافہ ہوتا ہے اور قصور معاف کردینے سے آدمی نیچا نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو سربلند کردیتا ہے اور اس کی عزت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

صدقہ کی بہت سی اقسام ہیں صدقہ کی حقیقت اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتی ہے۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے بھائی کی خوشی کی خاطر ذرا سا مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔ کوئی نیک بات کہہ دینا بھی صدقہ ہے، کسی کو بری بات سے روک دینا بھی صدقہ ہے۔ کسی بے نشان زمین کا کسی کو راستہ بتادینا بھی صدقہ ہے۔ جس شخص کی نظر کمزور ہو اس کی مدد کردینا

بھی صدقہ ہے۔ راستہ سے پتھر، کانٹا اور ہڈی کا ہٹادینا بھی تمہارے لیے ایک صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا بھی ایک صدقہ ہے۔

اسی طرح صدقہ دینے والے کی فضیلت بتاتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے یعنی دینا لینے سے بہتر ہے۔

پریشان حال کی مدد کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی پریشان حال کی مدد کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے تہتر مغفرت لکھے گا جن میں سے ایک مغفرت تو اس کے تمام کاموں کی اصلاح کے لیے کافی ہے اور 72 مغفرت قیامت کے دن اس کے لیے درجات بن جائیں گی۔

آپ ﷺ کا طرزِ عمل:

سرور دو عالم ﷺ بہت بڑے سخی تھے، کسی سوال کرنے والے کو کبھی نہیں موڑتے تھے اگر کسی وقت کچھ دینے کے لیے موجود نہ ہوتا تو نرمی سے کہتے کہ دوسرے وقت میں آ کر لے جانا۔ سب لوگوں کے حالات کو دریافت کرتے رہتے تھے۔ کوئی شخص آپ ﷺ کے پاس زکوٰۃ کا مال لاتا کہ مستحقین میں تقسیم فرمادیں تو آپ اس لانے والے کو دعا دیتے کہ اے اللہ اس پر رحم فرما۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا اور اس وقت آپ ﷺ کے پاس دو پہاڑوں کی درمیانی جگہ بکریوں سے بھری ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے وہ تمام بکریاں سوال کرنے والے کو عطا فرمادیں وہ آپ کی سخاوت سے اتنا متاثر ہوا کہ جب اپنے قبیلے میں واپس گیا تو ان کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے کہنے لگا بھائیو! مسلمان ہوجاؤ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ اتنی سخاوت کرتے ہیں کہ مال کے ختم ہونے کا انہیں کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔

آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں بے شمار ایسے مواقع آئے جب آپ ﷺ نے لوگوں کو سو سو اونٹ ایک ہی مرتبہ عطا فرمادیئے۔ آپ ﷺ نے صفوان بن سلیم کو تین مرتبہ سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ یہی حال اعلان نبوت سے پہلے بھی تھا اور آپ ﷺ کی سخاوت کے چرچے عام تھے۔ ورقہ بن نوفل کہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ بھاری کنبے والوں اور مجبور لوگوں کی کفالت فرماتے ہیں اور محتاجوں کی مدد کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کبھی آنے والے کل کے لیے ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔

حیات طیبہؐ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے:

آج ہم اگر پاکستان کے حالات پر غور کریں تو پورا ملک انتہائی سخت حالات سے دوچار ہے۔ سیاسی، معاشی، معاشرتی اور انفرادی حالات زبوں حالی کا شکار ہیں اور رہی سہی کسر موجودہ سیلاب نے پوری کردی ہے۔ ملک کا ایک تہائی حصہ پانی میں ڈوب چکا ہے۔ تمام فصلیں اور مویشی تباہ ہوگئے ہیں۔ نظام زندگی درہم برہم ہوچکا ہے۔ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے حیرت و پریشانی میں مبتلا ہیں بھوک و افلاس کے خوفناک سائے انسان کو کھائے جارہے ہیں۔ اس ڈپریشن نے کتنی ہی زندگیوں کے چراغ گل کردیئے ہیں۔ آج کے دور میں حیات طیبہؐ سے سبق لینے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت پہلے سے کہیں بڑھ چکی ہے۔

آپ ﷺ نے تو یتیموں، محتاجوں اور مسکینوں کی کفالت کرنے والوں کے لیے جنت میں اپنے ساتھ رہنے کی بشارت اور نوید سنائی ہے۔ آپ ﷺ کی مبارک زندگی کا پل پل معاشرے کے مجبور اور پسے ہوئے لوگوں کی کفالت اُن کے ساتھ حسن سلوک میں بسر ہوتا تھا۔ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ ہر وقت ایسے لوگوں کی مدد و اعانت کرکے اپنے رب کے ساتھ اپنے تعلقات مضبوط کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے کیونکہ حضور ﷺ کی صحبت میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کے اس پیغام کو سمجھا تھا کہ عبادات اس وقت تک قبول نہیں ہوتیں جب تک معاملات بہتر نہ ہوں۔ اگر حقوق العباد پورے نہ کریں تو حقوق اللہ کما حقہ ادا نہیں ہوسکتے کیونکہ یہ تمام معاملات عبادات کی روح ہیں اس حقیقت کو قرآن مجید میں جابجا بیان کیا گیا ہے اور آپ ﷺ کی حیات مبارکہ اس کی عملی تفسیر ہے۔

موجودہ دور میں حضور ﷺ کی سیرت سے دوری بڑھتی جارہی ہے اور مسلمان اپنے طریقے چھوڑ کر غیروں کے طور طریقے اختیار کررہے ہیں جبکہ قرآن مجید ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ جو انسان نبی کریم ﷺ کے جتنا قریب ہوگا ان کی جتنی اطاعت کرے گا اتنا ہی رب کے قریب ہوگا اور اس کا محبوب بندہ بن جائے گا۔ گویا نبی کریم ﷺ کی سنت کی پیروی کرنا اور آپ کا اتباع ہی عبادت کی روح ہے اور حاصل زندگی ہے اور انسان کا جو فعل بھی سنتِ مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ہو وہ فی نفسہ عبادت نہیں ہے۔ ☆☆☆☆☆

انبیا کی ولادت کا تذکرہ سنت الٰہیہ ہے

جس شہر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی اور آپ ؐ نے سکونت اختیار فرمائی اُس شہر مکہ کی اللہ نے قسمیں کھائیں

تحریم رفعت

عربی لغات کے اعتبار سے لفظ میلاد کا مادہ وَلَدَ (و۔ل۔د) ہے۔ جس کے معنی پیدائش یا ولادت کے ہیں۔ جبکہ اس کے اصطلاحی معنی نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہے اور عصر حاضر میں بھی یہ لفظ آپ ﷺ کی ولادت پاک کے اعتبار سے مستعمل ہے۔

اہل عرب میلاد کے بیان کو عرف عام میں مولدیا مولود کہتے ہیں اور ایسی کتب جن میں حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد مبارک کے واقعات، فضائل و کمالات، برکات و معجزات اور سیرت طیبہ کا ذکرہ ہو، انہیں مولود کہا جاتا ہے۔ اردو میں اسے میلاد نامہ کہا جاتا ہے اور اس سے محافل میلاد مراد لیا جاتا ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن مجید کی وہ آیات جن میں انبیاء کرام علیہم السلام کی عظمت و توقیر اور رفعت شان کا تذکرہ ہو یا سیرت مطہرہ کے چرچے وہ آیات بھی میلاد کے زمرے میں آئیں گی۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا میلاد قرآن مجید سے ثابت ہے، لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام کی ولادت باسعادت کا تذکرہ کرنا اللہ رب العزت کی سنت قرار پایا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ مریم میں حضرت سیدنا عیسیٰ ابن مریم اور سورۃ قصص میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہم السلام کی ولادت کا ذکر جمیل ملتا ہے۔ قرآن مجید میں انبیاء عظام کی ولادت کے تذکروں کے ساتھ ان کی عظمتوں، رفعتوں، شانوں، معجزات و کمالات اور سیرت پاک کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ یعنی قرآن مجید میں نہ صرف میلاد کا جواز ملتا ہے بلکہ میلاد کا تذکرہ کرنا اور صاحب ولادت ہستی کے فضائل و کمالات اور شان امتیازی کے تذکرہ کا جواز اور ثبوت ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذکر میلاد سنت رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام، اولیاء و صالحین کی بھی سنت قرار پایا۔

قرآن مجید کی بے شمار شانوں اور لازوال عظمتوں میں سے ایک خاص شان اور عظمت یہ بھی ہے کہ قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کا میلاد نامہ بھی ہے اور میلاد نامہ پڑھنے والی ذات خود ذات باری تعالیٰ ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے حضور نبی اکرم ﷺ کا میلاد پڑھنا سنت الٰہیہ ہے۔ قرآن مجید

آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے جڑی تمام تر اشیاء و واقعات ہر لحاظ سے بے مثل و بے مثال اور سب سے بڑھ کر شان و منزلت کے حامل ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوش ہونا اور جشن منانا ایمان کی علامت اور اپنے آقا و مولیٰ کے ساتھ قلبی تعلق کا آئینہ دار ہے

میں اللہ رب العزت نے اپنے محبوب و مقربین انبیاء، اولیاء اور صالحین بندوں کی ولادت اور سیرت دونوں کو بیان فرمایا ہے۔ گویا ان کا ذکر کرنا نہ صرف عبادت ہے بلکہ سنت اللہ بھی ہے اور ان کا تذکرہ کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمایا گیا ہے۔ قرآن مجید کے متعدد مقامات ایسے ہیں جہاں پر انبیاء کرام علیہم اجمعین کے تذکروں کے ساتھ سب کے روحانی مشاغل و معمولات کو بیان کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر ان کی دعاؤں اور مناجات کے کلمات بیان کیے ہیں۔

بلاشبہ ولادت ہر طبقہ اور معاشرے میں بسنے والی بنی نوع انسان کے لئے خوشی و مسرت کا باعث ہوتی ہے اور اسی وجہ سے معاشرے میں یوم ولادت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مگر جب ان دنوں کی نسبت انبیاء کرام کے یوم ولادت سے ہوتی ہے تو اور بھی قدر و منزلت کی حامل بن جاتی ہے۔ دراصل انبیاء کرام علیہم السلام کی ولادت جمیع انسانیت کے لئے اللہ رب العزت کی نعمت عظمیٰ ہے۔ اسی اعتبار سے تاجدار انبیاء نبی آخر الزماں حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت تمام کائنات کی خوشیوں سے بڑھ کر ہے۔ یہ اللہ رب العزت کی ایسی نعمت ہے کہ جس پر تمام نعمتیں کمتر اور حقیر نظر آتی ہیں۔ جس زمانے میں آپ پیدا ہوئے وہ زمانہ سب زمانوں سے معزز، جس معاشرے میں آپ پیدا ہوئے وہ معاشرہ سب سے اعلیٰ، جس خاندان میں آپ نے جنم لیا وہ گھرانہ افضل و اعلیٰ، جس مہینے اور جس دن آپ کی ولادت باسعادت ہوئی وہ دن اور مہینے سب دنوں اور مہینوں سے افضل قرار پایا۔ الغرض آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے جڑی تمام تر اشیاء و واقعات ہر لحاظ سے بے مثل و بے مثال اور سب سے بڑھ کر شان و منزلت کے حامل ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوش ہونا اور جشن منانا ایمان کی علامت اور اپنے آقا و مولیٰ کے ساتھ قلبی تعلق کا آئینہ دار ہے۔

قرآن مجید نے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کے ایام ولادت کا تذکرہ فرما کر اس دن کی اہمیت و فضیلت اور برکت کو واضح کیا ہے:

انبیاء کرام علیہم السلام کا میلاد قرآن مجید سے ثابت ہے، لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام کی ولادت باسعادت کا تذکرہ کرنا اللہ رب العزت کی سنت قرار پایا

1۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّاO (مریم،۱۹: ۱۵)

ور یحییٰ پر سلام ہو، ان کے میلاد کے دن اور ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گےo

2۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کلام کی نسبت کرکے قرآن مجید فرماتا ہے:

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّاO (مریم، ۱۹: ۳۳)

اور مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن اور میری وفات کے دن اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گاo

3۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی ولادت کا ذکر مبارک قسم کے ساتھ بیان فرمایا۔ ارشاد فرمایا:

لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ Oوَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ Oوَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَO (البلد،۹۰: ۱۔۳)

میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں o(اے حبیبِ مکرّم!) اس لیے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیںo (اے حبیبِ مکرّم !آپ کے) والد (آدم یا ابراہیم علیہما السلام) کی قَسم اور (ان کی) قَسم جن کی ولادت ہوئیo

اگر ولادت کا دن قرآن و سنت اور شریعت کے نقطہ نظر سے خاص اہمیت کا حامل نہ ہوتا تو اس دن پر بطور خاص سلام بھیجنا اور قسم کھانے کا بیان کیا معنی رکھتا ہے؟

قرآن مجید میں ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کے

میلاد کا تذکرہ متعدد مقامات پر ملتا ہے جہاں آپ کے زمین پر تشریف لانے سے پہلے کے واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں اور دنیا میں تشریف آوری کے بعد کے بھی۔ جنت میں رہن سہن، فرشتوں اور ابلیس کے مکالمے کا تذکرہ بھی ہے اور زمین پر بھیجے جانے کے بعد کے واقعات پر بھی سیر حاصل کلام فرمایا گیا ہے، یہی آپ کا میلاد نامہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً

اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ کو جملہ انسانیت کے لئے پیکر شفقت و رحمت بنایا گیا۔ظلمت و تاریکی میں ڈوبی انسانیت میں اللہ رب العزت نے اپنا محبوب و مقرب رسول بھیج کر جملہ انسانیت پر رحم فرمایا اور اپنی نعمت عظمیٰ انہیں عطا فرمائی۔آپ کو انسانیت کا رہبر و رہنما بنایا آپ کو صحیفہ انقلاب قرآن مجید عطا فرمایا۔آپ کو جمیع انسانیت کیلئے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا گیا

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ولادت مبارکہ اور جوانی کے واقعات کو بھی تفصیل سے قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔سورۃ القصص میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کی سرکشی اور اس کے خلاف اعلان جہاد بلند کرنے کے قصوں سے لے کر قوم کو فرعون کے ظلم سے نجات تک کے تمام واقعات بھی کم و بیش 50 آیات مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ نیز حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا واقعہ بھی قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ یہی میلاد نامہ موسیٰ علیہ السلام ہے۔

انبیاء کرام علیہ السلام کے علاوہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اپنی برگزیدہ اور پاکباز ولیہ کاملہ سیدہ مریم ابن عمران سلام اللہ علیہا کی ولادت کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے زیر ظل عاطفت پرورش پانے کا بیان، اللہ رب العزت کی بے پایاں نوازشات ، انعامات و اکرام کا تذکرہ، بے موسم پھل عطا کیے جانے کا تذکرہ، حضرت زکریا علیہ السلام کا آپ کی قیام گاہ کو وسیلہ بنا کر اولاد نرینہ کی دعا کا تذکرہ اور سن رسیدہ ہونے کے باوجود اللہ رب العزت کی طرف سے حضرت یحیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت ملنے کا تذکرہ بھی میلاد سیدہ مریم علیہ السلام کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے صاحبزادے سیدنا یحیٰ علیہ السلام کا میلاد نامہ بھی قرآن مجید میں بیان ہوا ہے۔ حضرت یحیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت کے ساتھ ہی آپ کے فضائل بھی اللہ رب العزت نے بیان فرما دیئے تھے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو عطا کیا جانے والا بیٹا کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والا ہوگا، بیشک وہ سردار ہوگا اور عورتوں کی رغبت سے محفوظ ہوگا اور اللہ کے خاص مقربین میں سے ہوگا۔سورۃ مریم میں سیدنا یحیٰ علیہ السلام کے میلاد، روحانی مقامات، سیرت کے درخشندہ پہلوؤں کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ بات آپ کے یوم میلاد پر سلام سے لیکر، یوم وصال اور یوم قیامت اٹھائے جانے پر بھی سلام کے ساتھ مکمل ہوتی ہے۔ جس کا مقصد اللہ کے برگزیدہ بندے اور نبی کی ولادت کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور ذہنوں میں پختہ کرنا تھا۔ یہی میلاد سیدنا یحیٰ علیہ السلام تھا۔

سورۃ مریم کا آخری رکوع سیدنا عیسیٰ کلمۃ اللہ کا میلاد نامہ ہے۔ جس میں آپ کی والدہ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کو آپ کی ولادت کی بشارت دی گئی۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کا اللہ رب العزت کی جانب سے بیٹے کی خوشخبری کا دیا جانا، آپ کا امید سے ہونا، آپ پر خوان نعمت نازل کیا جانا، وضع حمل سے لیکر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ قوم کی طرف پلٹنا، لوگوں کا طعن و تشنیع کے نشتر لگانا، اللہ رب العزت

میلاد یا مولود قرآن مجید سے نہ صرف ثابت ہے بلکہ میلاد کا تذکرہ کرنا، میلاد منانا، میلاد پڑھنا اور اس کا چرچہ کرنا اللہ رب العزت کی سنت مبارکہ ہے۔ قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کے میلاد پاک کا تذکرہ آ جانے، اور حکم پروردگار پر عمل پیرا ہوتے ہوئے سنت الٰہیہ کو زندہ کرنا اور مخصوص ایام میں محافل میلاد پڑھنا اور میلاد کا تذکرہ کرنا بھی از روئے قرآن ہے

کے حکم سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا پنگھوڑے میں کلام کرتے ہوئے اللہ کی وحدانیت اعلان، خود کو رب کا بندہ قرار دینا اور اعلان نبوت کرنا نیز اللہ رب العزت کی جانب سے کتاب مقدس کا عطا کیا جانا۔ اپنے یوم ولادت پر سلام، یوم وصال پر سلام اور یوم بعثت پر سلام بھیجنا، تمام واقعات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد نامہ بیان کر رہے ہیں۔

قرآن مجید میں نبی آخر الزماں تاجدار ختم نبوت امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت کا تذکرہ آپ سے منسوب زمان و مکاں، آپ کے آباو اجداد، حسب نسب، فضیلت وعظمت اور بزرگی و برتری سمیت جملہ جزئیات کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت نے جس شہر میں آپ کی ولادت ہوئی اور آپ نے سکونت اختیار فرمائی اس شہر مکہ کی قسمیں کھائی۔ آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ کو جملہ انسانیت کے لئے پیکر شفقت و رحمت بنا یا گیا۔ ظلمت و تاریکی میں ڈوبی انسانیت میں اللہ رب العزت نے اپنا محبوب و مقرب رسول بھیج کر جملہ انسانیت پر رحم فرمایا اور اپنی نعمت عظمٰی انہیں عطا فرمائی۔ آپ کو انسانیت کا رہبر و رہنما بنایا آپ کو صحیفہ انقلاب قرآن مجید عطا فرمایا۔ آپ کو جمیع انسانیت کیلئے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا گیا۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَO

اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کرo الأنبياء، ۲۱: ۱۰۷)

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍO (الجمعة، ۶۲: ۲)

وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک (باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھیجا وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں، بے شک وہ لوگ ان (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھےo

حضور نبی اکرم ﷺ کا میلاد آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل اور وقت ولادت ظہور پذیر ہوئے۔ سنت الٰہیہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے بطور خاص ماہ ربیع الاول میں عشاقان رسول ﷺ آپ کے ذکر جمیل کا تذکرہ کرنے کے لئے دنیا بھر میں محافل میلاد النبی ﷺ اور محافل مولود النبی ﷺ کا انعقاد کرتے ہیں۔ آپ کے فضائل و کمالات، شمائل و خصائل اور سیرت طیبہ کے حسین تذکروں سے اپنے قلوب و اذہان کو روشن و منور کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میلاد یا مولود قرآن مجید سے نہ صرف ثابت ہے بلکہ میلاد کا تذکرہ کرنا، میلاد منانا، میلاد پڑھنا اور اس کا چرچہ کرنا اللہ رب العزت کی سنت مبارکہ ہے۔ قرآن مجید میں انبیاء کرام علیہم السلام کے میلاد پاک کا تذکرہ آ جانے، اور حکم پروردگار پر عمل پیرا ہوتے ہوئے سنت الٰہیہ کو زندہ کرنا اور مخصوص ایام میں محافل میلاد پڑھنا اور میلاد کا تذکرہ کرنا بھی از روئے قرآن ہے۔

☆☆☆☆☆

حقوق وفرائض کے باب میں مرد و خواتین برابر ہیں

اللہ تعالیٰ نے عورت کو جن خوبیوں سے نوازا ہے اس اعتبار سے انہیں زیادہ حوصلہ افزائی درکار ہے

خصوصی خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

زوج کا معنی و مفہوم:

وَخَلَقَ مِنهَا زَوْجَهَا (النساء، 4/1)

اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا۔

قرآن مجید نے جب لفظ جُوڑ استعمال کر لیا تو جُوڑ برابری کو کہتے ہیں۔ زوج کا لفظ میاں بیوی کے لیے خاص نہیں ہے۔ اِس کا معنی صرف جوڑ ہے، ایک جیسے، یکساں، خواہ سو فیصد similar ہوں۔ جیسے دو بچے جُڑواں پیدا ہوتے ہیں وہ زوج ہیں۔ خواہ وہ دونوں بیٹے ہوں، خواہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ اگر برابری نہ ہو تو زوج استعمال نہیں ہوتا۔ اس طرح پودے بھی زوج ہیں۔ جانور بھی زوج ہیں، انسان بھی زوج ہیں۔ ایک مرد ہے اور ایک عورت تو زوج ہے۔ دونوں مرد ہوں تب بھی زوج ہیں۔ ایک بکرا، ایک بکری یہ بھی زوج ہوجائیں گے۔ دو مرد ہیں وہ بھی زوجین یعنی جوڑا ہیں۔ دو عورتیں ہیں تب بھی جوڑا ہیں تو کسی قسم کا جُوڑا جس کو قرین (ساتھی) کہتے ہیں۔ اُس کو زوج کہتے ہیں۔

اب قرآن مجید نے بیوی کے لیے لفظ زوج کا استعمال کیا ہے، یہ اُس خیال کو تقویت دے دیتا ہے کہ یہاں یکسانیت اور برابری ہے۔ تفریق نہیں ہے، تخلیقی حیثیت میں برابری ہے، صلاحتیں جداجدا ہیں مگر برابری ہے یہ زوج کا لفظ ہے۔

لفظ زوجہ کا تحقیقی جائزہ:

لفظ زوج سے عموماً بیوی کے لیے زوجہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اگر مرد ہے تو زوج ہو گیا اور عورت زوجہ ہو گئی۔

عربی لغت کا ایک قاعدہ ہے جس چیز کو تأنیث کے طور پہ لیں۔ اُس میں ایک ہلکا سا اشارہ کم تری کا ملتا ہے۔ اعلیٰ عربی لغت میں زوج کی مونث زوجہ نہیں دیتے۔ چونکہ اُس میں ایک ہلکا سا اشارہ سننے والے کے ذہن میں جاتا ہے جیسے تھوڑی سی کوئی چیز کم ہے اور مذکر کے طرف جاتا ہے تو وہ تھوڑا زیادہ اونچا ہے۔ اُس میں فوقیت بنتی تھی۔

اگرچہ زوجہ کی جمع زوجات بنتی ہے اور زوج کی جمع عربی میں ازواج ہے۔ جیسے کہ آقا ﷺ کی اُمہات کے لیے عام طور پر ازواج مطہرات کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے مگر زوجات مطہرات کا لفظ متداول نہیں۔ حالانکہ لغت کے اعتبار سے زوجات جائز لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زوجہ کا لفظ پورے قرآن مجید میں استعمال ہی نہیں کیا۔ جہاں بھی جس خیال میں بھی آیا ہے زوج کہا یا ازواج، چونکہ اِس کا اطلاق مذکر مؤنث دونوں پر ہوتا ہے۔ ہر چیز جس کو ڈبل کر دیں تو اُس میں زوج کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اس سے عورت کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں عورت کے لیے لفظ زوج کا استعمال:

قرآن مجید نے انسانی تاریخ میں جب پہلی مرتبہ زوج کا لفظ استعمال کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَقُلْنَا یٰٓـاٰدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ (البقرۃ،۲: ۳۵)

اے آدم !تم اور تمہاری بیوی اِس جنت میں رہائش رکھو۔

جب انسانیت کے اندر پہلی جُوڑی بنی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُسکوبھی زوج کہہ کر خطاب کیا کہ آپ اور آپ کی زوج جنت میں سکونت اختیار کریں۔

پھر قرآن مجید میں فرمایا۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (الذاریات، ۴۹:۵۱)

ہم نے ہر چیز کے جُوڑے بنائیں۔ یعنی ہر چیز برابر برابر کرکے دو دو بنائی ہے۔

نباتات کے اندر بھی مذکر مؤنث ہوتے ہیں۔ اُن کے بھی جُوڑے بنائیں۔ فرمایا۔

أَزْوَاجًا مِنْ نَبَاتٍ شَتَّى (طہ،۲۰ :۵۱)

جتنی مختلف سبزیاں، پھل اور نباتات ہیں ایک دوسرے سے ملتے جلتے وہ بھی جُوڑے جُوڑے بنائے ہیں۔ جانوروں کا بھی ذکر کیا تو فرمایا۔

ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ (الأنعام،6/143)

جانوروں کے آٹھ قسموں کے جُوڑے بنائے ہیں۔

جنت کے طبقات کا ذکر کیا فرمایا۔

وَكُنتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً (الواقعۃ،56/7)

تین ملتے جلتے طبقات ہوں گے۔

اللہ پاک نے قرآن مجید چونکہ جو لفظ استعمال کیا وہ زوج کا ہے۔

وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا (النساء،۴ :۱)

اُس میں سے اُس کا زوج بنایا تو زوج خود بخود تخلیقی فطرت یا فطری تخلیق دونوں اعتبار سے برابر اور ایک جیسا بنایا ہے ساری خوبیاں اللہ پاک نے پیدائشی طور پر اس میں ڈال دی ہیں۔ چونکہ یہ جُوڑا ہے۔ اب اِس کا تعلق sex کے ساتھ ضروری نہیں کہ میل ہے یا فی میل ہے۔نہیں۔ اِس کے بعد پھر فرمایا۔

وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً (النساء،۴ :۱)

پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا۔

پھر کثرت کے ساتھ مرد اور عورتیں بنائی ہیں۔ چار مرحلوں پر برابری اور یکسانیت کی بات چلی آرہی ہے پانچویں جگہ پر جاکر مرد اور عورت کا نام لیا ہے۔ اِس سے اُس کی تخلیق کا اندازہ ہوتا ہے۔

مرد و زن کی برتری کا معیار جنس کی بجائے سیرت و کردار ہے:

قرآن میں ہے کہ

يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَـٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَـٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ (الحجرات،۴۹ :۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو۔

ہم نے تم میں سے مرد بھی بنائے ہیں اور عورتیں بھی بنائی ہیں۔ اِس میں تخلیق کا ذکر کیا ہے۔

درج بالا آیت میں تین اہم نکات بیان ہوئے ہیں پہلے تو تخلیق کا ہے مرد اور عورت کو تخلیق کیا۔

اب مرد اور عورت کی تخلیق کے ذکر کے ساتھ قبائل اور خاندان کو بنانے کا ذکر کیا۔ اب اِن دونوں میں ایک معنوی ربط ہے۔ قرآن مجید اگر ایک آیت، مضمون یا ایک جملہ بیان کرے اور اُس کے کئی جز ہوں ہوتا ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ اُن اجزاء کے درمیان معنوی ربط اور مناسبت نہ ہو بلکہ ہمیشہ آیت کریمہ کے اندر جو چند اجزاء ہوتے ہیں۔ اُن کے درمیان بھی ایک معنوی ربط ہوتا ہے۔ ربط بین الآیات بھی ہوتا ہے ،آیت کا آیت کے ساتھ معنیٰ میں ربط ہوتا ہے اور ایک آیت کے اندر اگر کئی معانی ہوں تو اُن کے درمیان بھی ایک ربط ہوتا ہے،کوئی بات ، کوئی جُز دوسرے سے بے جُوڑ نہیں ہوتا۔ اب فرمایا کہ ساتھ ہی ہم نے شعوب اور قبائل بنائے۔

تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو۔ اِس آیت کریمہ کا جو جُز ثانی ہے کہ قبائل کو پیدا کیا تاکہ پہچان کر سکو۔ برتری کے لیے نہیں۔

علت بیان کر دی۔ یہ الگ الگ قبیلے تمہارے بنائے ہیں۔ جیسے کوئی چوہدری ہیں، کوئی آرائیں ہیں،کوئی اعوان ہیں، کوئی ملک ہیں، کوئی گُجر ہیں، کوئی جٹ ہیں، کوئی سیال ہیں جتنے قبائل اور شعوب تمہارے اندر بنائے ہیں۔ وہ اِس لیے نہیں کہ تم ایک دوسرے پر برتری کا دعویٰ کرو۔ اِس لیے بنائے ہیں تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو۔

اب اس جز میں برتری کا انکار کر دیا ہے۔ ظاہری طور پر تو قبائل کے ذکر میں بات آئی ہے مگر اشارۃً مرد اور عورت کی تخلیق میں بھی اِسی طرف اشارہ جا رہا ہے کہ وہ برتری کا دعویٰ کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ اُن کے کام الگ الگ ہیں اور عورت کے یہ کام ہیں ذمہ داریاں ہیں۔ اس لیے مقصد یہ ہے کہ ذمہ داریاں مشترکہ بھی ہیں اور متفرق بھی ہیں۔

اب یہاں نہ تو کوئی بڑا ہے اور نہ چھوٹا بلکہ مرد کی حیثیت provider کی ہے اور عورت Manager ہے۔ایک کا گزارا ایک دوسرے کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اِس کو زوج کہتے ہیں۔ اب provideصرف مہیا کرنے والا ہو مگر اُس کا اچھا Manager نہ ہو تو اُس کا کچھ سارا برباد ہوجائے گا، اگر Manager ہو تو اُس کو provide کرنے والا نہ ہو تو کسی چیز کو Manage کرے گی تو دونوں ایک دوسرے کے لیے ناگزیر ہیں۔

ان کے اندر چونکہ سیرت وتقویٰ اور کردار کی وجہ سے برتری ہے اس کے لیے مردوں کی برتری مردوں میں دیکھنی چاہیے۔ مزید فرمایا: برتری جنسی بنیاد اور قبائل نہیں۔ برتری اخلاق، سیرت وکردار کی بنیاد پر ہے۔ یہ قرآن مجید نے ایک بڑا واضح پیغام دے دیا کہ انسانیت اور صلاحیتوں میں وحدت ہے مگر اللہ رب العزت نے جنسی برتری کے تصور کو اِس آیت کریمہ میں متعارف نہیں کرایا۔ عام طور پہ جب مرد سوچتا ہے تو مرد بن کر سوچتا ہے تو پھر ایک سوچ یا ایک کلچر، ایک روایت جو منتقل ہوئی ہے اُس سے ایک تصور بن گیا ہے۔ جبکہ قرآن مجید نے اور آقا ﷺ نے اس فکر کو متعارف نہیں کروایا۔

مرد وعورت کے اندر سیرت وتقویٰ اور کردار کی وجہ سے برتری ہے تو مردوں کے اندر بھی برتری ہے۔ فرمایا: مردوں کی برتری مردوں میں دیکھو۔ عورتوں کی برتری عورتوں کے اندر دیکھو اور مردوں اور عورتوں میں بھی برتری دیکھنی ہے تو سیرت وکردار، تقویٰ پرہیزگاری میں دیکھو۔ جنس کی بنیاد پر نہیں۔ یہ معاشرتی مقام ہے کہ معاشرے میں مقام برابری کا ہے۔ گھر میں مقام برابری کا ہے۔ عزت اور تکریم میں کسی کا فرق نہیں۔

اللہ پاک نے ایسے ہی نظام بنایا ہے۔ جیسے فرمایا۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُونَ عَلَی لنِّسَآءِ (النساء، ۴:۳۴)

مرد عورتوں کے محافظ اور کفیل ہیں۔

عورت اور مرد کی تخلیق میں یکسانیت (قرآن وحدیث کی روشنی میں):

یَـٰٓأَيُّهَا لنَّاسُ تَّقُواْ رَبَّكُمُ لَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالا كَثِيرا وَنِسَآء (النساء، ۴: ۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش (کی ابتداء) ایک جان سے کی پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا پھران دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا۔

دوسرا مقام پر فرمایا۔

یَـٰٓأَيُّهَا لنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَـٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَـٰكُمۡ شُعُوبا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْ إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ للَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡ. (الحجرات، ۴۹: ۱۳)

اے لوگو !ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں تین باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پہلی یہ جس نے مرد اور عورت دونوں کو پیدا کیا۔ دوسرا یہ کہ اس نے ایک ہی طریق کار سے سب کو پیدا کیا یعنی ایک ہی جان سے انسان کو تخلیق کیا۔ تیسرا یہ کہ تخلیق کا مصدر اور جگہ بھی ایک ہے تو معاشرتی مقام بھی ایک ہے۔ گویا اللہ رب العزت نے اس آیت مبارکہ سے عورت کی تخلیق سے متعلق اس نکتے کی جانب توجہ مبذول کروائی ہے کہ انسان کے اندر کچھ صلاحیتیں فطری طور پر رکھ دی جاتی ہیں۔ اب چونکہ مرد اور عورت کی تخلیق کا طریقہ کار مصدر ایک ہے تو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ دونوں کی صلاحیتوں میں جبلی طور پر یکسانیت پائی جاتی ہوگی۔

لہذا عورت کا معاشرتی مقام اس کی فطری تخلیق سے اِس طرح جڑا ہوا ہوتا ہے کہ اللہ پاک اُس کی فطرت میں صلاحتیں، خصلتیں،خوبیاں، قابلیت تخلیقی اعتبار سے رکھ دیتا ہے، اگر اُن کو اگر موقع ملتاہے تو وہ پروان چڑھتی ہیں اور معاشرے میں اُس کے مقام کو متعین کرتی ہیں۔ مگر کبھی معاشرہ یا رسم ورواج، روایات اور سوسائٹی اُس کی اُن تخلیقی صلاحیتوں کو صحیح طریقے سے نشوونما پانے کا موقع نہیں دیتا۔ جس کی وجہ سے ان کی صلاحتیں دب جاتی ہیں۔ پھر وہ اپنا وہ کردار جو اُسے پلے کرنا چاہیے۔ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُسے تخلیق کیا ہے ادا نہیں کرسکتی۔ جب یہ صورت پیدا ہوجائے تو پھر تحریکیں، جیسے تحریک منہاج القرآن اور اداروں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اُن کی دبی ہوئی صلاحتیوں کو بروئے کار لائے اور اُن کو بحال کرنے کے لیے محنت کوشش اور تگ ودو کریں۔ تا کہ عورت کی فطری تخلیق میں جو صلاحتیں تھیں وہ بحال ہوں اور اُنہیں نکھرنے کا موقع ملے اوروہ اپنے اُس کردار کو انجام دینے کے قابل بن سکیں جو اللہ رب العزت نے متعین فرمایا ہے۔

مرد عورتوں کے محافظ اور کفیل:

اُس سے مراد جنسی برتری نہیں ہے۔ قوام تو قائم کرنے والا۔ اُس کا نظام فراہم کرنے والا۔ گھر کے نظام کو چلانے کی ذمہ داری عورت کی ہے۔ یہ ایک ربط اور جُوڑ ہے۔ اب اگر برتری ہے تو وہ ہر ایک کی سیرت وکردار سے ہے۔ اب اُس کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا:

یَـٰمَرۡيَمُ إِنَّ للَّهَ صۡطَفَىٰكِ وَطَهَّرَكِ وَصۡطَفَىٰكِ عَلَىٰ نِسَآءِ لۡعَـٰلَمِينَ (آل عمران،۳: ۴۲)

اے مریم! بے شک اللہ نے تمہیں منتخب کرلیا ہے اور تمہیں پاکیزگی عطا کی ہے اور تمہیں آج سارے جہاں کی عورتوں پر برگزیدہ کردیا ہے۔

اللہ پاک نے آپ کو چن لیا اور آپ کو کمال

درجے طہارت ، پاکیزگی عطا کردی۔ تو اِس آیت میں دو خوبیاں پہلے بیان کر دیں۔ اِس کی وجہ سے آپ پوری دنیا روئے زمین کی عورتوں پر فضیلت پا گئیں۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اُن کی فضیلت اور برتری کو عورتوں کے اندر ہی بیان کیا۔ مردوں کی فضیلت و برتری عورتوں کے اوپر بیان نہیں کی۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ذکر:

وَأَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰٓ أُمِّ مُوسَىٰٓ (القصص،۲۸:۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف لفظ وحی کا استعمال کیا۔ وہ پیغمبر نہیں تھیں۔ جس میں احکام شریعت کی وحی آتی ہے جس سے نبوت ثابت ہوتی ہے اور جس پر وحی ہو وہ نبی ہو جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نبی نہیں تھی مگر فرمایا۔ یعنی ہم نے الہام کیا تو گویا وحی اور الہام کا ایک فیض ہے۔ وہ بھی عورت کو عطا کیا ہے۔ اب اِس سے اونچا درجہ کائنات میں اور کیا ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس پر الہام فرمائے اور خود اپنا الہام لفظ وحی کے ساتھ بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں ذکر کرے، براہ راست اللہ پاک بات کرے۔ اللہ کی براہ راست بات سے بڑی فضیلت اور عظمت کا مقام اور کیا ہوسکتا ہے۔

حضرت آسیہ کا ذکر کیا۔ فرعون کی اہلیہ کا فرمایا۔

وَضَرَبَ للَّهُ مَثَلا لِّلَّذِينَ ءامَنُوا مْرَأَتَ فِرۡعَوۡنَ إِذۡ قَالَتۡ رَبِّ بۡنِ لِي عِندَکَ بَيۡتا فِي لۡجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرۡعَوۡنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ لۡقَوۡمِ لظَّلِمِينَ (التحریم،۶۶:۱۱)

اور اللہ نے اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں زوجۂ فرعون (آسیہ بنت مزاحم) کی مثال بیان فرمائی ہے، جب اس نے عرض کیا: اے میرے رب! تو میرے لیے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا دے اور مجھ کو فرعون اور اُس کے عملِ (بد) سے نجات دے دے اور مجھے ظالم قوم سے (بھی) بچا لے۔

بڑی دلچسپ بات ہے۔ اللہ نے ایمان والوں کے لیے ایک حضرت آسیہ بنت مزاحم مثال دی ہے۔ تاکہ اُن کا ایمان مضبوط ہو، اُن کا اللہ پہ بھروسہ ہو، اُن کا کردار، سیرت، تقویٰ، اللہ کے ساتھ مضبوط ہو۔ ان ایمان والوں میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں۔

دین میں برتری جنس کی بنیاد پر نہیں ہے۔ برتری سیرت وکردار کی بنیاد پر ہے ورنہ سب برابر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کو جو خوبیاں دی ہیں اور جو رول دیا ہے۔ اُس رول کے لیے اِن کی حوصلہ افزائی زیادہ درکار ہے۔ چونکہ عورت میں اللہ تعالیٰ نے جو خوبیاں نمایاں رکھی ہیں۔ اُن میں محبت، شفقت، رحمت، پیار دینے کا عنصر زیادہ ہے۔ اِس میں اللہ تعالیٰ نے اِس کی فطری تخلیق میں اور تخلیق فطرت میں دونوں زاویوں میں اللہ تعالیٰ نے اِس کو فراوانی دی ہے۔ لہذا چونکہ اِس میں یہ خوبی بہت زیادہ ہے تو باپ کو چاہیے اور معاشرے کو چاہیے کہ اِسی کثرت کیساتھ محبت اور پیار کے ساتھ بیٹیوں کو ردِعمل بھی دیں۔ یعنی جو چیز اللہ نے اُن میں زیادہ رکھی ہے اُسی کے مقابلے میں اُسی گوشے کے ساتھ اُن کو جواب دیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام واقعہ سورۃ کہف میں بیان ہوا ہے۔ پہلے کشتی توڑنے کا اور دوسرا اُس بچے کو مارنے کا اور اُس کی جگہ پاکیزہ بیٹی ملی جو اُس کے لیے زیادہ رحمت کا باعث ہے۔ جو اُس کے لیے زیادہ محبّ اور مشفق ہے۔ قرآن مجید نے بطور خاص عورت کی جنس میں اِس خوبی کو نمایاں کیا ہے۔ آپ ہر ایک باپ سے پوچھیں بیٹے بھی اولاد ہے اور بیٹیاں بھی اولاد ہیں اور پوتے بھی اولاد ہیں اور پوتیاں بھی اولاد ہیں ، نواسے بھی اولاد ہیں، نواسیاں بھی اولاد ہیں مگر آپ دیکھتے ہیں کہ بیٹی زیادہ پیار اور محبت کے ساتھ پیش آتی ہے، زیادہ پیار دیتی ہے، زیادہ سکون مہیا کرتی ہے، پیار اور محبت کیا ہے؟ یہ سکون دیتا ہے۔ یہ بندے کے غم کو دور کرتا ہے، راحت دیتا ہے۔

اطاعت بھی ردعمل ہے، ادب بھی ایک ردعمل ہے،

تابعداری بھی ردِعمل ہے،اتباع کرنا بھی ردِعمل ہے، فرمانبرداری بھی ردِعمل ہے، یہ سارے اچھے ردِعمل ہیں مگر اِن ردِعمل کے اندر محبت، شفقت، پیار، اور قربانی ہے، محبت قربانی دیتی ہے۔ یہ عنصر عورت کے اندر غالب ہے اور وہ بیٹی کو ملا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب وہ بیٹی کسی کی بیوی بنتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اُس میں ارشاد فرمایا کہ اِس لیے دونوں کے درمیان مودت رکھی ہے تاکہ تمہیں اُن سے سکون ملے۔ اگر محبت کی فراوانی نہ ہوتو سکون نہیں ملتا۔ جب باغ میں جاتے ہیں، پھولوں میں جاتے ہیں تو اُس کی خوبصورتی ہے اس کے اندر ایک امن ہے، سکون ہے اور راحت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی محبت کی دراصل پودوں، باغات اور کلیوں کی شکل میں شان مظہریت ہے، رحمت اور محبت انسان کے اخلاق کی خوبصورت ترین شکل ہے اگر انسان کے اخلاق کے سارے پہلوؤں کو لے لیں اور دیکھیں سب سے زیادہ خوبصورت پہلو کونسا ہے وہ رحمت و شفقت اور محبت ہے۔ یہ اخلاق میں سب سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ سارے اخلاق پھر اِسی سے نکلتے ہیں۔ رحمت ،شفقت اور محبت ہوگی تو آپ مسکرائیں گے۔رحمت ، شفقت اور محبت ہوگی تو آپ سخی بنیں گے کسی کو دیں گے۔ رحمت، شفقت ،محبت ہوگی تو کسی پر احسان کریں گے ، رحمت ،شفقت، محبت ہوگی تو کسی کے دکھ بانٹیں گے اور جتنے اچھے اخلاق کی شاخیں ہیں وہ ساری رحمت اور محبت سے نکلتی ہیں تو اخلاق میں سے خوبصورت ترین خُلق رحمت اور محبت ہے۔

آقاﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہاری اولاد ہے، بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی ہیں، پوتے بھی ہیں اور پوتیاں بھی ہیں تو اولاد میں برابری کیا کرو۔تحفہ دیتے ہوئے، پیارے کرتے ہوئے،اُن کو وقت دیتے ہوئے، برابری کرو۔ (الطبرانی، المعجم الکبیر،11/354،الرقم/11997)

بیٹیاں آتشِ جہنم سے بچانے کا وسیلہ:

فلو كنت مفضلا أحدا لفضلت النساء .

(الطبرانی، المعجم الکبیر،11/354،الرقم/11997)

اگر مجھے انتخاب کرنا ہوتا کہ میں اولاد میں برابری نہ کروں۔ کسی کو اوّل درجے میں ترجیح دینی ہوتو فرمایا کہ میں بیٹیوں کو فضیلت دیتا۔ آقاﷺ نے اُمت کو اشارہ دیا اولاد میں برابری کرو اور ترجیح دینی ہوتو بیٹیوں کو ترجیح دو۔ چونکہ وہ محبت اور پیار کا چشمہ ہوتی ہیں۔ اُن کے دل آپ کے لیے دھڑکتے ہیں۔ وہ آپ کی خدمت کرتی ہیں۔

متفق علیہ حدیث ہے اِس لیے آقا ﷺ نے فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو بیٹیاں عطا کرے وہ تمہیں بیٹیاں دے کر آزمائے۔ آقاﷺ نے یہاں اُن کو خطاب کیا۔ جنہیں اللہ صرف بیٹیاں دیتا ہے۔ ہمارے کلچر میں بیٹیوں کی نعمت کی قدر نہیں ہے، اِس کلچر کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے آقاﷺ کے ذریعے خطاب کیا۔

آقاﷺ نے فرمایا۔تم میں سے اگر اللہ تعالیٰ کسی کو صرف بیٹیاں دے تو سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمایا ہے۔ اِس چیز سے آزمایا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ بیٹیاں دے اور پھر وہ شخص اُن کے لیے پھر احسان کا رویہ رکھے۔ حق ادا کرے، اُس طرح جیسے بیٹوں کو پالنا تھا۔ اُس سے بڑھ کر بیٹیوں کو پالے، پرورش کرے، تعلیم و تربیت دے، نیک و صالح بنائے، اُن کا مستقبل بنائے، جس نے ایسا کیا۔ فرمایا:

كن له سترا من النار

(صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ،2/514،الرقم/1352)

قیامت کے دن وہ بیٹیاں اس کو دوزخ میں گرنے سے بچانے کے لیے دیوار بن جائیں گی۔ بیٹیاں کتنی بڑی نعمت ہیں۔ یہ کلمہ بیٹوں کے لیے ارشاد نہیں فرمایا۔ دین پڑھنے پڑھانے والوں نے، سمجھنے والوں نے، دین کا پرچار اور تبلیغ کرنے والوں نے اس پہلو پر روشنی نہیں ڈالی۔ جس کے نتیجے میں ردِعمل کے طور پہ آزادی نسواں کی بات کی گئی ہے۔

فرمایا کہ وہ آپ کے لیے دوزخ کی آگ سے

آڑ بن جائیں گی۔ اس لیے کہ اُن کے اندر غالب عنصر محبت، رحمت اور شفقت کا ہے۔ بیٹے بھی ہوں گے، بیٹیاں بھی ہوں گی مگر بیٹیاں گوارا نہیں کر سکے گی کہ ہمارے باپ یا دادا یا نانا ہیں وہ دوزخ میں جائیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے رحمت و محبت کا سرچشمہ بیٹیوں کو بنایا ہے۔

پھر آقا ﷺ نے فرمایا۔ جس کو اللہ تعالیٰ دو بیٹیاں دے اور وہ دو بیٹیوں کو پالے، تربیت کرے، پرورش کرے تو قیامت کے دن

جاء یوم القیامة أنا وهو وضم أصابعه.

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والأداب، 4/2027، الرقم/2631)

آقا ﷺ نے اپنی دو اُنگلیاں اوپر کھڑی کرکے فرمایا۔ جس کو اللہ بیٹیاں دے اور بیٹا نہ دے اور وہ پوری محبت کے ساتھ، شفقت کے ساتھ اُن بیٹیوں کی تربیت کرے تو قیامت کے دن میں اور وہ شخص اِس طرح آئیں گے کہ جیسے یہ دو اُنگلیاں جُڑی ہوئی ہیں۔ میں اُس کو اپنے ہاتھوں کے ساتھ جُوڑ کر اپنے جسم کے ساتھ لگا کے پھر اُنگلیوں کو جُوڑا۔ فرمایا اِس طرح اکٹھے آئیں گے میں اُس کو اپنے سے جدا نہیں کروں گا۔ جس نے بیٹیوں کی خوبصورت پرورش کی ہے اور اللہ کا شکر ادا کیا ہے۔ یعنی افسوس نہیں کیا کہ مجھے بیٹا نہیں ہوا۔ اُن کو نعمت سمجھا ہے۔ اس کے لیے فرمایا:

وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا (الروم، ۳۰:۲۱)

اور یہ (بھی) اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم اُن کی طرف سکون پاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اِس لفظ پر زور دیا ہے تاکہ تمہیں اُن سے سکون ملے۔ یہ تو ان کا مقام ہے۔ اگر وہ اِس مقام کو نہیں نبھاتیں، اس وجہ سے کہ ماں باپ، فیملی، سکول، معاشرے نے انہیں ان کے فرائض و ذمہ داریوں سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ ان کا مزاج بگاڑ دیا تھا۔ حقوق اور فرائض میں توازن کسی نے نہیں سکھایا تھا۔ اِس کی وجہ سے وہ شادی کے بعد شوہر کو سکون نہیں دے پا رہی۔ اب ذرا دوسرے زاویے کو بھی دیکھ لیں۔

اگر عورت سے سکون نہیں مل رہا تو اِس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جو مقصد تھا، عورت کو جس نعمت سے مالا مال کیا تھا۔ اس نے وہ کو پورا نہیں کیا۔ فرمایا۔

بیٹی ہو تو اُس سے ماں باپ کو سکون ملے، بیوی ہو تو شوہر کو سکون ملے، ماں ہو تو اولاد کو سکون ملے، بہن ہو تو بھائیوں کو سکون ملے اور سوسائٹی میں کام کرے تو اُس کی سوسائٹی میں اور اُس کے ساتھیوں کو سکون ملے اُس کے اداروں کو سکون ملے۔ یعنی عورت کو اللہ رب العزت نے محبت، الفت، امن، سکون اور دیکھ بھال کا ذریعہ بنایا ہے۔ وہ جس حیثیت سے جہاں بھی ہو، اُس سے سکون حاصل ہونا چاہیے، مگر ہمارے معاشرے کی خرابی یہ ہے کہ ہمارے ہاں اِس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ کئی سکون دیتی ہیں، کئی نہیں دیتی، جیسے کئی مرد حق ادا کرتے ہیں۔ کئی نہیں کرتے، یہ خرابی اور اچھائی دونوں طرف ہوتی ہے۔ اِس میں بیلنس پیدا کرنے کی ضرورت ہے، شوہر جب شام کو گھر آتا ہے اور اُس کو سکون نہ ملے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زوجیت کا مقصد فوت ہو گیا۔ اکٹھا ہونے کا مقصد فوت ہو گیا۔

وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً (الروم، ۳۰:۲۱)

اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔

باہمی مودت و محبت باہمی رشتہ ہے۔ یہ ہونا چاہیے۔ اگر محبت اور رحمت ایک دوسرے کو نہیں مل سکتی اور اِس کو شیئر نہیں کر سکتے تو زوجیت کا مقصد بھی ادا نہیں ہوتا۔ فرمایا۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرة، ۲:۱۸۷)

وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔

دونوں ایک دوسرے کے لیے ساتر ہیں، ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ ایک دوسرے کا سہارا ہیں۔ ایک دوسرے کا پردہ ہیں اور ایک دوسرے کی زینت ہیں۔ لباس کے بہت سے معانی ہیں۔ گویا ساری فیملی مرد اور عورت دونوں کے صحیح رول سے خوبصورت بنتی ہے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (النساء، ۴:۱۹)

اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے برتاؤ کرو۔

لہذا خواتین آقاﷺ کے زمانہ اقدس میں اور آج بھی دور جدید میں معاشرے میں وہ کردار ادا کیا ہے جس کی وجہ سے وہ معاشرے کی تاسیسی اور بنیادی اکائی بن گئی ہے۔

وجود انسانی کی معمار۔عورت :

کرہ ارضی پر یہ جو انسانی کائنات آباد ہے یہ مرد کی وجہ سے نہیں بلکہ عورت کی مرہون منت آباد ہوئی ہے۔ اگر حضرت حوا علیہا السلام نہ ہوتیں تو آدم علیہ السلام کو کس نے جنت سے زمین پر بھیجنا تھا اور کیوں بھیجنا تھا؟ اور وہ زمین پر نہ آتے تو انسانی نسل کہاں سے چلنی تھی۔ زمین کا انسانی زندگی کے آباد ہونا کا وسیلہ بھی حضرت حوا بنیں۔ حضرت حوا نہ ہوتیں تو حضرت آدم علیہ السلام جنت میں رہنے کو ترجیح دیتے۔ دنیائے انسانیت کی آبادی بھی خاتون کی مرہون منت ہے۔

انبیاء و رسل کی دعوتی سرگرمیوں میں عورت کا کردار:

اب اگر ہم تاریخ انبیاء کو دیکھیں تو اللہ رب العزت نے وحی کے ذریعے ہمیں انبیاء کی تاریخ سے روشناس کرایا ہے ذیل میں اسی کے تناظر میں چند انبیاء کی مثالیں پیش کی جارہی ہیں جن کی نبوت کو پروان چڑھانے اور دعوتی سرگرمیوں میں خواتین کا کردار نمایاں رہا ہے مگر ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ قرآن کو اس زاویہ نگاہ سے پڑھا ہی نہیں جاتا چونکہ ہمارا معاشرہ مرد کی ہر حال میں برتری کا خواہاں ہے۔ جہاں عورت کا رول نمایاں ہو گا وہ چیزیں یا انہیں نظر نہیں آئیں گی اور اگر آجائیں گی تو بیان کرنے سے گریز کیا جاتا ہے۔ ذیل میں چند انبیاء کرام کی حیات مبارکہ سے مثالیں پیش کی جارہی ہیں جن کی زندگیوں میں خواتین کا کردار نمایاں ہے۔

تاریخ انسانی کی پہلی ہجرت میں مساوات مردوزن:

حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ ہود میں آیا ہے جب ان کی قوم میں کفر، ظلم، طاغوت، انکار حق بہت بڑھ گیا تو اللہ رب العزت نے انھیں ایک کشتی تیار کرنے کا حکم دیا انھوں نے ایک کشتی تیار کی۔ جب کشتی تیار ہوگئی تو سوال ہوا کہ اب اس میں کون سوار ہوں گے؟ اس سفر میں شریک کون ہوگا؟ یعنی ظلم کے خلاف ایک ہجرت کا سفر ہورہا ہے، نقل مکانی ہورہی ہے، کون کرے گا؟ اس پر رب العزت نے فرمایا:

قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ.

(ھود، ۱۱:۴۰)

ہم نے فرمایا: (اے نوح!) اس کشتی میں ہر جنس میں سے (نر اور مادہ) دو عدد پر مشتمل جوڑا سوار کرلو۔

یعنی فرمایا گیا کہ سارے جوڑے جوڑے برابری کے ساتھ نر اور مادہ اس میں سوار کرائیں اور لے کے چلیں۔ تفاسیر میں بیان ہوا ہے کہ جانور الگ تھے، اس پہلی ہجرت میں کل 80 افراد شامل ہوئے اور مساوات کا عالم یہ تھا کہ 40 مرد تھے اور 40 عورتیں تھیں۔ پہلے سفر میں عورتوں کی نمائندگی مردوں کے بالکل برابر ہے۔ بدقسمتی سے موجودہ دور میں یہ کم کیوں ہوگئی ہے یہ سمجھنا مشکل ہے۔ اب مذہبی طبقہ فکر سے دیکھنے والے عورت کی نمائندگی کو کم کیوں دیکھتے ہیں؟ اللہ کے رسول کا پہلا سفر ہے اور اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ ہر جوڑے کو برابر تعداد میں لے کے چلو۔ یہی اسلام کی حقیقی تعلیمات ہیں

کہ مرد و عورت کی مساوی نمائندگی ہونی چاہیے اس کے بغیر سوسائٹی کی بقاء ناممکن ہے۔

حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا کا کردار:

ارکان حج میں صفا مروہ کی سعی ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا ان ارکانِ حج کی تشکیل و تکمیل بھی خاتون کے مرہون منت ہے۔ اگر خاتون کا کلیدی کردار نہ ہوتا ہوتو حج بھی نہیں ہوسکتا تھا اب یہ بات بظاہر حیران کن معلوم ہوتی ہے کہ خواتین کی اتنی بڑی شان کیسے ہوگئی کہ خاتون کے بغیر حج کے ارکان ہی مکمل نہیں ہوتے اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اور وہ کون خاتون جن کی مرہون منت یہ سب ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ خاتون حضرت سیدہ ہاجرہؓ ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں اور ان کے معصوم بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کے بے آب و گیاہ ریگستان میں جہاں نہ پانی تھا نہ کوئی درخت تھا، نہ سایہ تھا اور نہ کھانے پینے کا سامان تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ. (ابراهیم، ۱۴: ۳۷)

اے ہمارے رب !بے شک میں نے اپنی اولاد (اسماعیل) علیہ السلام کو (مکہ کی) بے آب و گیاہ وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسا دیا ہے۔

گھر اس وقت بنا نہیں ہوا تھا، جب طوفان نوح ختم ہوا۔ وہ ایک ٹیلہ سا تھا بعد ازاں جب کھودا گیا تو اس میں کعبۃ اللہ نکلا۔ یہاں حضرت ہاجرہؓ و حضرت اسماعیلؑ آ کے آباد ہوئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام تو معصوم بچے تھے۔ حضرت ہاجرہؓ نے شہر مکہ آباد کروایا۔ قبائل آتے آپ اُن کو آباد کرواتیں۔ یہ مکہ شہر جس میں کعبۃ اللہ بنا اس شہر کی آبادی کا سہرا ہی خاتون کو حاصل ہے، پھر جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیاس لگی تو آپ علیہ السلام نے ایڑیاں رگڑیں اور حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں دوڑیں تو صفا و مروہ دو پہاڑیاں تھیں سات چکر لگائے اُن کے سات چکر لگانے سے یہ کعبہ کا طواف کے بعد حج کا رکن بن گیا۔ حاجی جو سعی کرتے ہیں وہ حضرت حاجرہؓ کی دوڑنے کی سنت پوری کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اُس ایک خاتون مقدس کے اس ایک عمل کو اتنا محفوظ کیا۔ اُس کو حج کا حصہ بنا دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ عورت کے کردار کے بغیر کبھی حج کی تکمیل نہ ہوتی۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا : کہ یہ بھی ہماری ماں ہاجرہؓ کا ہمارے اوپر احسان ہے اگر وہ پانی کے چشمے کو زَم زَم نہ کہتیں تو پانی چلتا رہتا اور ساری زمین پانی سے بھر جاتی۔ گویا جزیرۂ عرب اور انسانوں کو اُس پانی میں ڈوبنے سے خاتون نے بچایا۔ یہ ایک historical contribution ہے، اسلام کے حوالے سے recognition ہے اور یہ پوری چیز صحیح بخاری میں درج ہے۔

حضرت سارہ علیھا اسلام:

قرآن مجید کی سورۃ ہود میں۔ ملائکہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی نافرمانیوں پر عذاب کے لیے آئے اور قرآن مجید میں آتا ہے:

وَاَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيۡفَةً. (ھود، ۱۱: ۷۰)

اور (اپنے) دل میں ان سے کچھ خوف محسوس کرنے لگے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ابتداً سمجھے کہ شاید میری قوم کے لیے آئے ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو انسانی، بشری تقاضوں کے پیش نظر۔ تھوڑا سا خوف محسوس ہوا فرشتوں نے کہا گھبرائیں نہیں ہم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لیے آئے ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے:

وَامۡرَاَتُـهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتۡ. (ھود، ۱۱: ۷۱)

اور ان کی اہلیہ (سارہ پاس ہی) کھڑی تھیں تو وہ ہنس پڑیں۔

اب اُس ایک event میں فرشتوں کا آنا، عذاب کی بات سننا یہ ساری چیزیں ایک خوف کی کیفیت پیدا کرتی ہیں مگر اُن کی جوانمردی، جرات مندی اور کردار کی مضبوطی

دیکھئے کہ وہ اُس situation میں ہنس رہی ہیں۔ یہ اُن کی کے کردار کی جرات ہے کہ قرآن مجید نے اس کیفیت کو بھی بیان کیا کہ ایسی جوانمرد خواتین تھیں جن کی سنگت نے انبیاء کے مشن کو مکمل کروایا۔

حضرت سارہ سلام اللہ علیہا کو بیٹے کی بشارت:

حضرت سارہ کے پاس اللہ رب العزت کی طرف سے فرشتہ آیا اور بشارت دی کہ آپ کا بیٹا اسحاق ہوگا اور پھر اُن کا بیٹا یعقوب ہوگا۔

قرآن مجید کا اسلوب بیان ہے کہ بشارت حضرت (باپ/ شوہر) کو نہیں دی بلکہ بیوی کو دی ہے، یہ اس لیے کہ اللہ رب العزت کے کلام کے پیچھے ایک مقدس مقصد ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت خاتون کے وجود کو بلند کررہے ہیں۔ یہ کیوں کررہے ہیں؟ تاکہ جس قرآن میں ذکر ہورہا ہے اس امت میں خواتین کی اس حیثیت اور اس مقام کا اعتراف کیا جائے اور وہ سمجھیں کہ ہر نبی کی زندگی میں اُن کا مشن جو کامیاب ہوا ہے اس میں قرآن کے کہنے کے مطابق خاتون کا رول ہے اور یہ کردار آج بھی اسی طرح اگر ادا ہو تو یہ پیغمبرانہ سنت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام:

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو چھوٹے بچے تھے، آپ کے والد کا نام موسیٰ بن عمران اور آپ کی والدہ کا نام یَحَابَضْ / یُحَابِضْ آیا ہے۔ جب بچپن میں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو خطرہ ہوا کہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کروا دے گا تو یہاں اللہ رب العزت مخاطب باپ حضرت عمران کو نہیں کیا بلکہ حضرت یُحَابِضْ کو کیا (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو۔) اللہ تعالیٰ نے پیغام القاء کیا ہے وہ والد کو بھی ہوسکتا ہے مگر والدہ کو کیا ہے۔ والدہ کے کردار کو اہمیت دی، اجاگر کیا اور نمایاں کیا جارہا ہے۔ فرمایا:

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی. (القصص، ۲۸:۷)

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو پیغام بھیجا کہ گھبرائیں نہیں آپ دودھ پلاتی رہیں۔ اور جب آپ کو خطرہ محسوس ہو کہ فرعون کو پتہ چل گیا ہے تو پھر آپ اس کو صندوق میں ڈال کے دریائے نیل میں ڈال دینا۔

فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ.

(القصص، ۲۸:۷)

انہیں دریا میں ڈال دینا اور نہ تم (اس صورتحال سے) خوفزدہ ہونا اور نہ رنجیدہ ہونا۔

یہاں اس ایک مقام پر تین خواتین کے کردار کا ذکر کیا گیا ہے کسی مرد کا ذکر نہیں کیا۔

پہلا کردار حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا۔

دوسرا کردار فرعون کی زوجہ (حضرت آسیہ بنت مزاحم) کا۔

جب صندوق محل کے قریب پہنچا تو یہاں قرآن مجید فرعون کا ذکر نہیں کرتا کہ فرعون نے کیا کہا، کیسا صندوق ہمارے محل کے پاس آیا ہے، اس میں کیا ہوگا؟ اُس نے بھی تو کوئی بات کی ہوگی۔ قرآن مجید میں اس بات کو بیان نہیں کیا گیا اور جو خاتون (حضرت آسیہ) نے بات کی اس کو قرآن کی آیت بنایا۔

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَکَ. (القصص، ۲۸:۹)

اور فرعون کی بیوی نے (موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر) کہا کہ (یہ بچہ) میری اور تیری آنکھ کے لیے ٹھنڈک ہے۔

اب بیٹا گود میں ہے اور خاتون کہہ رہی ہے کہ شاید ہمیں اس سے فائدہ پہنچے، ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور ہم اسے اپنا بیٹا بنا لیں۔ یہاں تک دو خواتین کا ذکر آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور فرعون کی زوجہ کا۔

تیسرا کردار اسی مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

ہمشیرہ کا ہے۔

آپ کی ہمشیرہ کا نام بھی حضرت مریم تھا۔ مگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ نہیں یہ اور ہیں۔

وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ فَبَصُرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَo (القصص، ۱۱:۲۸)

اور (موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے) ان کی بہن سے کہا کہ (ان کا حال معلوم کرنے کے لیے) ان کے پیچھے جاؤ سو وہ انہیں دور سے دیکھتی رہی اور وہ لوگ (بالکل) بے خبر تھے۔

اُن کی بہن کو کہا کہ تمہاری ڈیوٹی یہ ہے کہ پیچھے اطراف سے چھپ چھپ کے دیکھتے رہنا، یہ بچہ دودھ کسی اور کا نہیں پیئے گا، جب وہ پریشان ہو جائیں کہ کسی کا دودھ نہیں پیتا اور تڑپیں تم بتا دینا کہ میں ایک خاتون کا تمہیں پتہ بتاتی ہوں شاید اُس کا دودھ پی لے تو اس کی ماں اس بہانے پہنچا دی جائے گی۔اس ایک مقام پر تین کردار بیان ہوئے ہیں اور تینوں کردار خواتین کے ہیں۔

☆ جب موسیٰ علیہ السلام مصر سے گئے ہیں اور کچھ عرصہ پناہ لینے کے لیے، بالآخر چشمے پہ پہنچے ہیں جہاں ہجوم تھا جانوروں کو پانی پلایا جا رہا ہے اور لوگ پانی بھر بھر کے لے جا رہے ہیں۔ وہاں بھی دو خواتین کا ذکر آیا ہے پہلے حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں پانی بھرنے کے لیے کھڑی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے پوچھتے ہیں کہ آپ کیوں نہیں پانی بھرتیں؟ اب وہاں اُن کے وقار کا ذکر آیا ہے کہ وہ اتنی پروقار شخصیت کی مالک تھیں کہ فرماتی ہیں کہ مردوں کا ہجوم ہے۔ ہم اس ہجوم میں نہیں آتیں، جب وہ فارغ ہو جائیں گے تو ہم بعد میں پانی بھر لیں گی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اُن کو پانی بھر کے دیا۔ پھر وہ گئی ہیں پھر قرآن نے ذکر کیا ہے۔

وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ. (القصص،)

اور ان سے الگ ایک جانب دو عورتیں دیکھیں جو (اپنی بکریوں کو) روکے ہوئے تھیں۔

پھر اُن کا زیرک ہونا، ان کا احتیاط برتنا، اُن کی ذہانت، اُن کی common sense کا ذکر کرتی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے رویے سے وہ دیکھ کر کہتی ہیں کہ ہمیں بڑا پرہیزگار، نیک اور صالح انسان لگتا ہے۔ وہ پھر ان کو اپنے والد کے پاس لے گئیں۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد نہیں تھے۔ لہٰذا پورا کردار اُن کی والدہ حضرت مریم کا آتا ہے۔ یہاں خواتین کے کردار کے حوالے سے ایک اور بہت شاندار بات کہ قرآن مجید کی 114 سورتیں ہیں، اُن میں سے 2 سورتوں کے نام خاتون کے نام پر رکھے گئے ہیں ایک سورۃ النساء اور ایک سورۃ مریم۔ باقی رہ گئیں 112 ان میں سے ایک سورت بھی مرد کے نام پر نہیں رکھی گئی۔ چونکہ اُس معاشرے میں قرآن نازل ہو رہا ہے جہاں خواتین کے کردار کو متعارف ہی نہیں کیا جاتا تھا۔ بچی پیدا ہوتی تو اُسی وقت دفن کر دیتے، عورت وراثت کا مال تھی۔ اُس کے حقوق نہیں تھے، اس کو انسان نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ایسی سوسائٹی تھی وہاں ضرورت تھی کہ اللہ رب العزت حضور علیہ السلام پر جو وحی اتاریں تو وحی میں عورت کی عزت و احترام، اس کے کردار، عورت کے مقام کو اتنا اجاگر کریں کہ سوسائٹی کا mindset بدل جائے۔

کوئی سورت النساء کے ساتھ الرجال پہ نہیں ہے۔

مریم کے ساتھ کسی اور مرد کے نام پر یا الرجل کے نام پر نہیں۔

ہاں سورۃ الانسان ہے۔ انسان تو سب کے لیے برابر ہے۔

عمران وہ پیغمبر ہیں، پیغمبر کو exclude کر دیا ہے۔ سورۃ الانبیاء بھی ہے۔ جب نبی ہیں تو نبی کو exclude کر دیا، اُس کو مرد اور عورت کے موازنے میں نہیں لاتے۔ اللہ تعالیٰ نے جو انبیاء بھیجے ہیں وہ اُن کا معاملہ ہے۔ آل عمران فیملی کو کہتے ہیں۔ جس میں بیٹے اور بیٹیاں ہوں۔ عمران کے نام پہ نہیں ہے آل عمران میں فیملی میں بیٹے بیٹیاں سارے شامل ہیں۔

☆☆☆☆☆

نسلِ نو کی تربیت میں اساتذہ کا کردار

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک شان ان کا معلم بنا کر بھیجا جانا ہے

آج کا استاد اپنی نسبت، فرائض اور اہمیت کا ادراک کرے

سمیہ اسلام

استاد قوم کا محسن بھی ہوتا ہے اور معمار بھی۔ استاد وہ عظیم ہستی ہے جس کا مقام بہت بلند ہے استاد نونہالان وطن کی تعلیم کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ استاد کی وجہ سے ایک باشعور اور تعلیم یافتہ معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ استاد بچوں کو جہالت کے گڑھے سے نکال کر علم کے نور کی طرف لے جاتا ہے۔ استاد ہی نوجوانوں کو علوم و فنون سے روشناس کرواتا ہے۔ درس و تدریس انبیاء کی وراثت ہے۔

اگر ہم قرآن پر نظر ڈالیں تو انبیاء کا کام بتایا گیا ہے کہ وہ لوگوں کی زندگیوں کا سنوارنے، انہیں حق و باطل کی تمیز سکھانے ،ان کو مقصد زندگی سے روشناش کرانے اور انھیں کائنات کے خالق و مالک اور حاکم کی معرفت دلانے کے لیے تشریف لائے تھے۔ خود نبی ﷺ نے اپنا تعارف بحیثیت معلم کرایا اور فرمایا انما بعثت معلما (میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں)۔ اگر ہم سیرت نبوی پر اس نقطہ نظر سے نظر ڈالیں تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے جس انداز میں اپنے اصحاب کی تربیت فرمائی انہیں ایک بڑے مقصد کے لیے تیار کیا وہ خالص معلمانہ انداز ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں جس نے مجھے ایک لفظ سکھایا وہ میرا استاد ہے اور میں اس کا غلام ہوں چاہے تو مجھ کو آزاد کر دے یا رکھ لیں۔ الغرض استاد کے مقام و مرتبہ کو لے کر تو کوئی دوسری رائے ہی نہیں ہے اور اس کے مرتبہ کو جتنا بیان کیا جائے کم ہے۔

جسمانی اور مادی ترقی اور نشو ونما کی ذمہ داری والدین کی ہوتی ہے جسے وہ بخوبی انجام دیتے ہیں ، لیکن روحانی اور فکری ارتقا کی ذمہ داری، جو کہ شخصیت کا اہم جز ہے، استاد کی ہے۔ استاد جن خوبیوں اور صلاحتوں کا حامل ہو گا اسی قدر اس کے طلبہ اور شاگردوں کی شخصیت میں نکھار پیدا ہوگا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا شخصیت کے بنانے اور سنوارنے میں اساتذہ کی ضرورت ہے؟ کیا استاد کے بغیر تربیت نہیں ہو سکتی ؟اس کا بڑا آسان سا جواب یہ ہے کہ جس طرح ایک باغ میں کچھ پودے اور پیڑ خود رو ہوتے ہیں اور کچھ کو باقاعدہ لگایا جاتا ہے اور مالی ان کی نشو ونما پر خاص نظر بھی رکھتا ہے اور ان کی دیکھ بھال بھی کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود رو پیڑ پودوں کی باغ میں کوئی اہمیت اور وقعت نہیں ہوتی، لیکن جو پیڑ پودوں پر مالی کی خاص نظر ہوتی ہے ان کی بڑی اہمیت ہوتی

بنیادی طور پر استاد اور تعلیم کا شعبہ ایثار کا پیشہ ہے، اس کے ساتھ ایک تقدس منسلک ہے۔ اس لئے اس شعبے میں صرف ان لوگوں کو آنا چاہئے جن میں بے لوث خدمت کا جذبہ اور ایثار و قربانی کی صلاحیت موجود ہو

ہے اور پھر وہی پیڑ پودے پھلتے پھولتے ہیں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی بھی انسان کی کامیابی کے پیچھے اچھے استاد کی بہترین تربیت کارفرما ہوتی ہے۔ بلاشبہ وہ لوگ خوش نصیب ہوتے ہیں جن کی زندگی میں اچھے استاد میسر آجاتے ہیں۔ ایک معمولی سے نوخیز بچے سے لے کر ایک کامیاب شخص تک سارا سفر اساتذہ کا مرہون منت ہوتا ہے۔ ہم اگر امت مسلمہ کے ماضی میں دیکھیں تو ایسی سینکڑوں بلکہ ہزاروں روشن مثالیں ملیں گی جن میں اساتذہ نے محنت و مشقت اور خلوص و ہمدردی کے ساتھ اپنے طلبہ کی تربیت کی، بعد میں انہی طلبہ نے بڑے علمی و فکری اور عملی کارہائے نمایاں انجام دیے۔

حقیقی معلم اپنے شاگردوں سے شفقت و محبت اور نرمی سے پیش آتا ہے۔ وہ ان کو ڈرانے و دھمکانے کے بجائے اپنی ذات سے مانوس کرتا ہے۔ جو سوال وہ کریں اس کا جواب شفقت سے دیتا ہے۔ کلاس روم میں وقت پر پہنچتا ہے اور وقت پورا ہونے پر ہی کلاس چھوڑتا ہے اور خواہش مند بچوں کو کلاس کے علاوہ بھی وقت دیتا ہے۔ ان کی تعمیر سیرت کی بہت فکر کرتا ہے۔ ان کے دلوں میں ایمان، خوف خدا اور اتباع شریعت، آخرت کی جوابدہی کا احساس اجاگر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان کے ذہنوں سے تمام آلودگیوں کو دور کرنے اور دین کے بارے میں اغیار کے پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات کا ازالہ کرنے میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے، ان میں حمیت اور ایثار و قربانی کے جذبات بیدار کرتا ہے۔ اپنے طلبہ کی سیرت سازی کی خاطر خود بھی دین و شریعت کی پابندی کرتا ہے۔ پھر ایک اچھا استاد اپنے طالب علموں کے دلوں میں مقصد اور نصب العین کی لگن پیدا کرتا ہے، ان کو بیکار مشاغل سے اجتناب کرنے اور اسلام کو سر بلند کرنے کی لگن سے سرشار کرتا ہے۔ وہ ان کو دنیا سے بے نیازی اور مادیت پرستی سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے، کیونکہ جو علم صرف تلاشِ معاش اور تن آسانی کا ذریعہ بن جائے، وہ آستین کا سانپ ہے اور جو علم دل و نگاہ کو پاک صاف کرے وہی اصلی علم ہے۔ ایک اچھے معلم کے لئے

قابل، لائق اور ذہین وفطین شاگردوں کی سوچ و فکر اور شخصیت پر اپنے استاد کی گہری چھاپ ہوتی ہے۔ وہ غور و فکر کے چراغ جلا کر اپنی شخصیت کا ایکسرے کریں اور اپنے باطن میں گھس جائیں تو ان کی شخصیت کے سنوارنے میں کئی ایسے استادوں کے چھپے ہوئے ہاتھ ملیں گے۔ اچھے طالب علموں کی بہت سی عادات زندگی کے رویے، بول چال اور روزمرہ کی زبان کے الفاظ و محاورے ان اساتذہ سے ملتے ہیں جنہوں نے انھیں پڑھایا، ان پر توجہ دی اور ان کی کردار سازی کی۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ استاد معمار قوم ہوتا ہے اور قوموں کی تعمیر میں اس کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے شاگردوں کو محنت کا عادی بنائے۔ قانون قدرت کے تحت جھولی اسی کسان کی بھرتی ہے جو اپنا خون پسینہ ایک کردے۔ آج کاہلی، سستی، ضیاع وقت اور کام کو ٹالنے کی عادت ہماری امتیازی خصوصیت بن چکی ہے۔ نتیجہ کے طور پر تعلیم و تعلم کا معیار بہت گر چکا ہے، چنانچہ شاگردوں کے دلوں میں محنت کی عظمت راسخ کرنا اور انھیں جانفشانی سے کام کرنے کا عادی بنانا استاد کے لیے بہت ضروری ہے۔

ایک اچھے معلم کا فرض یہ بھی ہے کہ وہ طلبہ کو صوبائی ولسانی تعصبات سے نکال کر ان کے ذہنوں کو اسلامی اخوت سے آشنا کرے۔ اچھا استاد وہ ہے جو خود تخلیقی صلاحیت رکھتا ہو اور آگے یہی صلاحیت وہ اپنے شگردوں کو بھی منتقل کرے۔ ایک تخلیقی ذہن رکھنے والا استاد مسلسل محنت سے اپنے کام میں لگا رہتا ہے وہ اپنے شاگردوں میں بھی یہ عادت راسخ

کر دیتا ہے۔

موجودہ دور میں معلم کو طلبہ کے سامنے خود کو منوانے کے لیے بہت کچھ کرنا پڑے گا۔ اگر معاشرے کو درست کرنا ہے تو ہمیں بنیاد پر یعنی استاد کے رول پر توجہ دینی ہو گی۔ ہمارے اساتذہ کو ٹیم پلیئر اور ٹیم لیڈر کا رول ادا کرنے کے لئے تیار ہونا ہوگا۔ استاد کو اس بات کو سمجھنا ہو گا کہ روحانی والدین کا لفظ کتابوں میں تو اچھا لگتا ہے مگر وقت کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے اب استاد کو اپنا بنیادی کردار نبھانا ہو گا۔ اگر استاد آج خود کو رول ماڈل کے کردار میں ڈھال لیں تو طلبہ خود بہ خود فالوور کے رول میں ڈھل جائیں گے۔ کوئی قوم تب طاقت ور ہوتی ہے جب وہ وقت ضرورت منتشر ہجوم نہیں بلکہ مربوط قوت کے طور پر سامنے آئے۔ ایک قوم نا قابل شکست قوت تب بنتی ہے جب اسے اپنے کردار کا ادراک ہو۔ ہر میدان میں کام یابی کی ضمانت کے لیے ہمارے تعلیمی اداروں اور اساتذہ کو اپنے کردار کا تعین کرنا ہو گا۔

مسلمان معلم پر دوہری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں:
ایک تو وہ جو محض معلم ہونے کے ناطے ان کے لیے ضروری ہے۔دوم وہ جو مسلمان معلم ہونے کی بنا پر ہیں۔ بنیادی طور پر ہر معلم معمارِ قوم ہوتا ہے۔وہی ہر وقت نسلِ نو کی تربیت کرتا رہتا ہے اور ان کو مختلف علم وفنون پڑھاتا ہے،ذاتی نمونہ و کردار سے ان کی تربیت کرتا رہتا ہے۔حتیٰ کہ تمدن کے تمام شعبوں کو سنبھالنے والے مردانِ کار استاد ہی کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔چاہے وہ مملکت کی باگ ڈور سنبھالنے والے ہوں یا عدلیہ کو چلانے والے،وہ وکیل ہوں یا انجینئر، ڈاکٹر ہوں یا پروفیسر،وہ فوج میں ہوں یا پولیس میں۔بہر حال ہر کوئی زندگی کے جس شعبہ میں کام کر رہا ہے وہ اپنے استاد کی تربیت کا عکس ہوتا ہے۔ انسان سازی میں اگرچہ نصابِ تعلیم اور تعلیمی اداروں کا بھی گہرا اثر ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ سب سے بڑھ کر اس کا اہم ستون استاد ہی ہوتا ہے۔ وہ پورے نظامِ تعلیم کا مرکز و محور ہے۔نصاب تعلیم اسی کو پڑھانا ہے۔اگر استاد اپنی اہمیت و ذمہ داری محسوس کر لے، اس کو اپنے مقام سے آگہی ہو اور اگر اس کو احساس ہو کہ وہ اول و آخر مسلمان ہے اور اس کو اسلامی انقلاب کے لیے نسل نو کو تیار کرنا ہے،تو ہر قسم کے حالات میں بھی وہ آنے والی نسل نو کی بے پناہ قوتوں کو اسلام کے لئے مسخر کر سکتا ہے۔

جو استاد صرف وقت گزارنے کیلئے کلاس میں اونگھتا رہے اور رسماً لیکچر دے کر چلا جائے،یا پھر اپنی انرجی کو ٹیوشن پڑھانے کے لیے بچا کر رکھے اور پیسے کمانے کی مشین بن جائے، وہ صحیح معنوں میں استاد کہلانے کا حق دار نہیں۔ بنیادی طور پر استاد اور تعلیم کا شعبہ ایثار کا پیشہ ہے، اس کے ساتھ ایک تقدس منسلک ہے۔ اس لئے اس شعبے میں صرف ان لوگوں کو آنا چاہئے جن میں بے لوث خدمت کا جذبہ اور ایثار و قربانی کی صلاحیت موجود ہو۔ جس استاد نے اپنے شاگرد پر انمٹ نقوش چھوڑے،نئی منزلوں کی طرف آگے بڑھنے سے قبل اس کی خوابیدہ تخلیقی صلاحیتوں کو ابھارا، اس میں پڑھنے کا شوق اور لکھنے کا جذبہ پیدا کیا اور اسے نئی منزلوں سے آشنا کر دیا۔اپنی پاکیزہ فکر،صالح کردار اور گہرے مطالعے سے شاگردوں کے ذہن پر خوش گوار نقوش مرتب کیے، اس کی ذہنی و فکری تشکیل میں کردار سرانجام دیا اور اسے معرکے سر کرنے کے قابل بنایا اصلاً وہی استاد کہلانے کا حق دار ہے۔

قابل،لائق اور ذہین وفطین شاگردوں کی سوچ و فکر اور شخصیت پر اپنے استاد کی گہری چھاپ ہوتی ہے۔ وہ غور وفکر کے چراغ جلا کر اپنی شخصیت کا ایکسرے کریں اور اپنے باطن میں گھس جائیں تو ان کی شخصیت کے سنوارنے میں کئی ایسے استادوں کے چھپے ہوئے ہاتھ ملیں گے۔ اچھے طالب علموں کی بہت سی عادات زندگی کے رویے، بول چال اور روز مرہ کی زبان کے الفاظ و محاورے ان اساتذہ سے ملتے ہیں جنہوں نے انھیں پڑھایا،ان پر توجہ دی اور ان کی کردار سازی کی۔اسی لیے کہا جاتا ہے کہ استاد معمارِ قوم ہوتا ہے اور قوموں کی تعمیر میں اس کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

غربت کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟

اسلام کا نظامِ زکوٰۃ غربت اور ارتکازِ دولت کے خاتمے کا ایک جامع معاشی نظام ہے

سماوہ سلطان

17اکتوبر غربت کے خاتمے کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ غربت سے مراد انسانوں کا بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہونا ہے۔ یعنی دو وقت کا کھانا، پینے کا صاف پانی اور سر پر مضبوط چھت اور آمدنی کا نہ ہونا غربت ہے۔ ورلڈ بنک کے مطابق دنیا میں 681 ملین لوگ غربت کی لکیر سے نیچے ہیں۔ اور ہمارے لئے قابلِ فکر بات یہ ہے کہ پاکستان میں کُل آبادی کا 37 فیصد حصہ غربت میں ہے۔

یہ اعداد و شمار بتانا یا سن لینا بہت آسان لگتا ہے لیکن ہم ان لوگوں کی تکالیف اور مشکلات کا اندازہ اگر لگانے بیٹھیں تو حیران رہ جائیں۔ اس غربت کی وجہ سے ہمارے ہاں بے شمار مسائل ہیں، لیکن اس کے خاتمے کی طرف خاص توجہ نہیں دی جاتی۔ بے حسی اتنی بڑھ گئی ہے کہ امیر طبقہ امیر ترین ہوتا جا رہا ہے اور غریب آدمی غریب ترین ہوتا جا رہا ہے۔ اس کی وجوہات سے تو تقریباً سب آگاہ ہیں لیکن کیا اس کے خاتمے کا کوئی حل بھی ہے؟ کیا یقیناً غربت کو مکمل طور پر ختم کیا جا سکتا ہے۔

سب سے پہلے ہمیں کسی بھی مسئلے کے حل کیلئے 'اصل 'یعنی اسلام کی طرف دیکھنا ہوگا۔ سب سے پہلے تو عوام کو روزگار فراہم کرنا ریاست کی زمہ داری ہے۔ جب ہر شخص کو کام ملے گا تو یقیناً غربت ختم ہو سکتی ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ لوگوں کو کام کرنے کی ترغیب دلائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت داؤد علیہ السلام کو بطور نمونہ پیش کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھائے اللہ کے نبی داود علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کام کر کے روزی کمایا کرتے تھے۔

ہمارے ہاں چونکہ بیروزگاری بہت ہے، اور روزگار انصاف کے تقاضوں پر نہیں ملتا بلکہ رشوت اور سفارش کا رواج عام ہے تو غریب شخص اپنی ڈگریاں لے کر بے روزگار پھرتا ہے۔ ہمیں عہد نبوی سے یہ ایک سبق لینا ہوگا کہ روزگار کو عام کیا جائے تا کہ لوگ خود کما سکیں اور غربت سے چھٹکارا حاصل کریں۔

ایک اور بہترین حل جو ہمیں اسلام نے دیا ہے وہ زکوٰۃ ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریاستِ مدینہ میں زکوٰۃ کا ایک منظّم انتظام کئے رکھا تھا۔ زکوۃ اور صدقات وصول کرنے والے افسران ،کاتبین صدقات، باغات میں پھلوں کا تخمینہ لگانے والے ،مویشیوں کی چراگاہ سے محصول وصول کرنے والے ، اس قدر اہتمام سے اس فریضہ کو ادا کرنے کے لئے دربارِ نبی ﷺ سیہوا کرتا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب کو مدینہ کے اطراف، اور اسی طرح دیگر قابل صحابہ اکرام کو مختلف

علاقوں کی ذمہ داری دی ۔ ان کو سختی کے ساتھ ہدایات دی جاتی تھیں کہ زکوۃ کے لئے عمدہ مال چھانٹ چھانٹ کر نہ لیں۔ زکوۃ دینے والے مقام پر جا کر وصول کریں ۔ اور ان کے لئے دعائے خیر کریں۔ پھر زکوۃ دینے والے کو ہدایات دی جاتی تھیں کہ زکوۃ وصول کرنے کیلئے عاملین ان کے پاس آئیں تو خوشی سے واپس جائیں۔ آپ ﷺ زکوۃ وصول کرنے والوں کے لئے تنخواہ مقرر فرماتے تھے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں ایک عمدہ اقتصادی نظام چل رہا تھا۔ حضرت زبیر ریاست کے محاسب مقرر تھے۔ سن 9 ھجری میں رسول ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ کیا اور ہدایت دی کہ تمہارا واسطہ یمن میں اہل کتاب سے ہوگا۔ اہلِ یمن کو پہلے توحید کی دعوت دینا، اسے مان لیں تو انہیں بتانا کہ ان پر پانچ نمازیں فرض ہیں۔ جب وہ نماز پڑھ لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال پر زکوۃ فرض کی ہے۔ جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے غریبوں کو دی جائے گی۔

بعد میں خلفائے راشدین نے بھی غربت کے نہ ہونے کیلئے زکوٰۃ اور اقتصادیات کا بہترین نظام چلایا۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق کے دور خلافت میں مدینہ کے آس پاس کے قبائل نے زکوۃ بیت المال میں ادا کرنے سے انکار کیاتو ان کے خلاف جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق ایک بہت نرم دل انسان تھے، لیکن انہوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے والوں کے خلاف اتنا سخت فیصلہ لیا، اس سے بھی ہم زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ حضرت عمر نے ان کے اس فیصلے کی پہلے حمایت نہ کی۔ ان کا موقف یہ تھا کہ یہ لوگ ایمان لانے والے ہیں اور توحید پر یقین رکھتے ہیں ان سے جنگ کرنا یا ان کا خون بہانا ٹھیک نہیں۔ لیکن جناب صدیق اکبر نے دلائل دئے کہ نماز اور زکوٰۃ میں تفریق نہیں کی جا سکتی۔ اس معاملے میں کسی قسم کی نرمی برتنے کیلئے تیار نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ اونٹ کی رسی بھی جو رسول اللہ ﷺ کو دی جاتی تھی اسے بھی میں لے کر رہونگا۔ جو شخص نماز اور زکوۃ میں فرق کرے گا میں اس سے ضرور لڑونگا۔ چونکہ زکوۃ مال کا حق ہے۔ صحابہ کے گروہ میں سے بہت سارے اصحاب نے اس موقف کی تائید نہیں کی تھی ۔ مگر حضرت عمرؓ نے بعد میں کہا کہ مجھے یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر صدیقؓ کا سینہ قتال کے لئے کھول دیا ہے۔ میری سمجھ میں آ گیا کہ یہی حق ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کا یہ واضح موقف اور صحابہؓ کی اکثریت کی تائید سے زکوۃ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنی چاہیے۔ یوں حضرت ابو بکر صدیق نے غریبوں اور مسکینوں کے لئے جنگ کی اور لوگوں کو غربت سے بچا لیا۔

حضرت عمر نے بازار میں ایک بوڑھے شخص کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ کیا آپ کو بیت المال سے وظیفہ نہیں ملتا؟ اس نے کہا کہ کہ مجھے وظیفہ ملتا ہے لیکن میں یہودی ہوں، حکومت مجھ سے سالانہ جذیا لیتی ہے، میں کمزور ہوں مزدوری نہیں کرسکتا تو اس کی ادائیگی کیلئے سال میں ایک دو بار لوگوں سے مانگ لیتا ہوں اور پھر حکومت کو جمع کروا دیتا ہوں۔ حضرت عمر نے فرمایا، اب بھیک نہ مانگو کسی سے اور کل میرے پاس آنا۔

کل جب وہ دربار میں پیش ہوا تو مجلس شوریٰ نے قانون بنا دیا کہ بوڑھے لوگوں کیلئے جزیہ معاف ہوگا۔

پھر خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں زکوۃ کی تقسیم کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے یمن سے جب زکوۃ کا ایک تہائی حصہ مدینہ روانہ کیا تو خلیفہ وقت نے لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ٹیکس یا جزیہ وصول کرنے کے لئے آپ کو نہیں بھیجا تھا، بلکہ اس لئے بھیجا تھا کہ ان کے اعتبار سے زکوۃ وصول کر کے انھی کے فقراء میں تقسیم کردو۔ حضرت معاذؓ نے جواب میں لکھا کہ میں نے زکوۃ لینے والے کسی شخص کو محروم رکھ کرنہیں بھیجا ہے ۔ دوسرے سال معاذؓ نے نصف مال ارسال کردیا۔ دونوں میں پھر یہی باتیں ہوئیں۔ تیسرے سال پوری زکوۃ کی وصول شدہ رقم ارسال کی۔ پھر وہی سوال جواب ہوئے۔ اور حضرت معاذؓ

نے کہا کہ یہاں زکوۃ لینے والا کوئی نہیں ہے۔ یعنی ایسا اعلیٰ نظام قائم ہو چکا تھا کہ کوئی غریب اور مستحق نہیں رہا تھا کہ جسے زکوٰۃ دی جاتی۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ غربت کا مکمل خاتمہ ہو چکا تھا۔

پھر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں مصر کے گورنر خلیفہ وقت کو لکھا کہ صدقہ اور زکوۃ کی رقم لینے والا یہاں کوئی نہیں ہے۔ اب اس رقم کا وہ کیا کریں۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے لکھ بھیجا کہ غلاموں کو خرید کر آزاد کرو۔ شاہراہوں پر مسافروں کے لئے آرام گاہیں تعمیر کرو، ان نوجوان مردوں اور عورتوں کی مالی امداد کرو، جن کا نکاح نہیں ہوا ہے۔ ابنِ کثیرؒ نے لکھا ہے کہ خلیفہ خصوصی طور پر اس کام کے لئے ایک شخص کو مقرر کیا تھا جو شہر کی گلیوں میں اعلان کرتا تھا کہاں ہیں مقروض لوگ، جو اپنا قرض ادا نہیں کر سکتے، کہاں ہیں وہ لوگ، جو نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ کہاں ہیں محتاج اور حاجت مند، کہاں ہیں یتیم اور بے سہارا لوگ کوئی جواب موصول نہیں ہوتا تھا۔ یعنی تب بھی معاشرے سے غربت و افلاس کا مکمل خاتمہ ہو چکا تھا۔

اب ہم آتے ہیں غیر مسلموں کی غربت خاتمے کی پالیسیوں کی طرف۔ ہمارے سامنے چین کی مثال ہے۔ چائنہ ہزاروں سال سے غربت میں پس رہا تھا۔ لیکن چائنہ نے گذشتہ آٹھ سالوں میں 10 کروڑ لوگوں کو غربت سے باہر نکالا ہے، گذشتہ 40 سال میں یہ تعداد 80 کروڑ افراد کی بنتی ہے۔ اقوام متحدہ نے پائیدار ترقی کے جو اہداف 2030ء کے لیے مقرر کیے، عوامی جمہوریہ چین نے وہ اہداف دس سال قبل یعنی 2020 میں حاصل کر لیے ہیں۔ چائنہ نے absolute poverty یعنی مطلق غربت کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا ہے۔ اس میں بلاشبہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ چائنہ کے پاس قابل اور ایماندار لیڈر موجود تھا جس نے عوامی مفاد کو اپنی ترجیح بنا رکھا تھا۔ جب شی جن پنگ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے یہ کارنامہ کیسے کر دکھایا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں چالیس سال تک کاونٹی میونسپلٹی صوبائی اور مرکزی حیثیت میں کام کرتا، اس دوران میرا یہ زندگی کا خواب تھا کہ میں چین کے عوام کی غربت کو دور کر سکوں۔ میں نے اپنے اس مشن کو اپنی پالیسیوں کا مرکز اور محور بنا دیا۔ میں دن اور رات غربت کے خاتمے کے بارے میں ہی سوچتا رہتا تھا۔ اسی طرح عوام نے بھی اپنے لیڈر پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا اور ہر پالیسی و منصوبہ بندی پر عمل کرنے کی ٹھان لی۔ ان کی پالیسی کے مطابق زراعت، صنعت، شہری سہولتوں، انفراسٹرکچر ہنرمندی اور تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی گئی۔ ترقی یافتہ علاقوں کو کہا گیا کہ وہ پسماندہ علاقوں کی معاونت کریں۔ پھر ان کے ترقی یافتہ صوبوں نے پسماندگان کیلئے ایک سوملین کا فنڈ دیا۔ چین نے اپنے بین الاقوامی تعلقات کو بہتر بنایا اور مختلف ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کئے۔ چین نے فیصلہ کر لیا کہ وہ عالمی تنازعات میں ملوث نہیں گا اور عالمی امن کیلئے کام کریگا۔ بیلٹ اینڈ روڈ کے نام سے چین نے ایک بہت بڑا منصوبہ شروع کیا جس کے نتیجے میں آٹھ ملین افراد غربت کی لکیر سے نکل آئے۔ کرپشن کرنے والوں کی سزا موت رکھ دی گئی اور سینکڑوں لوگوں کو جن میں اعلیٰ فوجی افسران بھی شامل تھے، سرِعام کرپشن کرنے پر سزائے موت دی گئی۔ اس سے یہ ہوا کہ ملک سے کرپشن کا خاتمہ ہو گیا۔ میرٹوکریسی کو فروغ ملا۔ یوں چائنہ نے نہ صرف غربت کا خاتمہ کیا بلکہ ایک فلاحی ریاست بن گئی۔

پاکستان آج ہر قسم کے برے حالات میں دھنسا ہوا ہے، غربت، بے روزگاری، کرپشن، سفارش، اور تنزلی۔ ہمیں چاہئے کہ ایسی پالیسی بنائیں جو عوام کے مفاد میں ہوں۔ ہم اپنے اسلامی طریقہ کار سے بھی غربت کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ یا پھر ہم اپنے ہمسایہ ملک چین کی زبردست پالیسی سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے حکمران اور عوام ایک ہوں۔ کیونکہ جب تک مفاد پرست حکمران ہم پر مسلط رہیں گے وہ اپنی ذاتی ترقی اور اپنے بینک بیلنس کو بہتر کرنے کا ہی سوچیں گے۔

☆☆☆☆☆

اشرف المخلوقات کو نعمتوں کے خزانے عطا ہوئے

اللہ نے بقائے انسانیت کے لئے انواع و اقسام کے پھل اور غذائیں پیدا کیں

پروفیسر حلیمہ سعدیہ

بے شک اللہ رب العزت کی انگنت نعمتوں میں سے ایک بے بہار و انمول نعمت اس فانی دنیا میں موجود کہیں میٹھے تو کہیں تیکھے، کہیں نمکین تو کہیں کھٹے لذیذ پھل، سبزیاں اور اناج ہیں۔ یہ تمام انسانی خوراک نہ صرف نسلِ آدم کی بقا کا وسیلہ بنتی ہے بلکہ حضرت انسان کی بھوک مٹانے کے ساتھ ساتھ طاقت و توانائی فراہم کرکے آدم و حوا کی نسل کو تاریخ انسانی کے یادگار کارہائے نمایاں کرنے پر اکساتی ہے۔ قارئین کرام یہ گندم کا دانہ ہی ہے جو اشرف المخلوقات کے بہشت سے ارضِ دنیا تک کے سفر کی کہانی میں اہم کردار کے طور پر نظر آتا ہے۔ لیکن اقبالؒ کے الفاظ میں:

باغِ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
کارِ جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

بہشت سے کرہ ارض پر آجانے کے بعد حضرت انسان کے جس ذہانت اور محنتِ شاقہ سے انواع و اقسام کے اناج اور پھل و سبزیاں کاشت کیں اور جس حسنِ ظن سے لذیز پکوان تیار کیے وہ اس امر کی دلیل ہے کہ بے شک اللہ کریم کی نعمتوں کا بہترین شکر یہ ہے کہ عطائے خداوند کو بہترین انداز میں استعمال کیا جائے۔ کرہ ارض پر موجود مختلف ممالک کی خوراک کی پیداوار بھی انواع و اقسام پر مشتمل ہے۔ سرد علاقوں کے پھل اور میوہ جات اپنا الگ ہی انداز رکھتے ہیں۔ گرم ممالک کی فصلوں کی کاشت اور باغات کے پھل اپنی مثال آپ ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ سمندری غذا اور گوشت خواہ وہ گائے یا بکرے کا ہو یا پرندوں کا۔ ہر قابلِ خور شے انسان کی بھوک مٹانے اور اسے طاقت ور بنانے میں اپنا فعال کردار ادا کرتی ہے۔ دورِ جدید میں سائنس کی ترقی نے جہاں دیگر شعبہ ہائے زندگی کو نیا روپ رنگ دیا ہے وہاں اشیائے خوردونوش کی دنیا میں بھی انقلاب بپا کیا ہے۔ پہلے زمانوں میں مخصوص موسم کے پھل، سبزی یا اناج کا انتظار کرنا پڑتا تھا لیکن زراعت کے شعبہ میں ہونے والی جدید سائنسی تحقیق کی بدولت اللہ تعالیٰ کے کرم سے اب ہر موسم میں تقریباً تمام پھل اور سبزیاں مل جاتی ہیں۔

متوازن غذا سے مراد ایسی غذا ہے جو اضافی کیلوریز سے پاک ہو اور ایسے طریقے سے پکائی گئی ہو جس سے اس کے غذائی اجزا محفوظ رہیں اور وہ نظامِ ہضم کو درہم برہم نہ کرے۔ کچی اور تازہ غذائیں اور ایسی غذائیں جنھیں پیسا یا پراسس نہ کیا گیا ہو بلکہ سادہ طریقے سے پکائی گئی ہوں، قدرتی غذاؤں میں شمار ہوتی ہیں

البتہ چند اہلِ ذوق اس پر بھی یہ تبصرہ کرتے نظر آتے ہیں کہ بے موسم کی سبزیوں اور پھلوں کے میسر آنے سے وہ چاہت اور انتظار کا لطف یاد آتا ہے جو خوش خوراک افراد کی زندگی میں ایک رومانوی کیفیت کا درجہ رکھتا تھا۔

ماضی کے دریچوں میں جھانکیے تو کہیں گرمیوں کی لُو

اللہ کریم نے تمام خزانوں کو اشرف المخلوقات انسان کے لیے عطا فرمادیا۔ اللہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ بلا مزدوری اور بلا معاوضہ اپنی نعمتوں کی اور رحمتوں کی برسات کرتا ہے۔ اس کے برعکس انسان کسی کو کچھ دیتا ہے تو اس کی ہڈیوں کا گودا تک نچوڑ لے

اور تپتی دوپہروں میں ٹھنڈے پانی میں ڈوبے آم رکھے نظر آتے ہیں اور کہیں یخ بستہ سرد شاموں میں باورچی خانہ میں فرائی ہونے والی مچھلی کی دلفریب مہک جاڑے کی سختی کو فراموش کردیتی ہے اور لحاف میں بیٹھ کر مونگ پھلی اور چلغوزے کھانے کا لطف زندگی کے کئی بوجھل لمحوں کی حسین یادوں میں بدل دیتا نظر آتا ہے۔

قارئین کرام! اگر ہماری خوراک میں ضروری اجزاء نہیں ہوں گے تو ہماری خوراک نامکمل اور جسمانی ضروریات کے لحاظ سے تشنہ ہوگی۔ ایسی نامکمل اور غیر متوازن خوراک اگرچہ پیٹ کی آگ بجھا دیتی ہے لیکن جسمانی ضروریات پوری کرنے میں ناکام رہتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم مختلف بیماریوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ انسان میں بہت سی بیماریاں بہت کم یا بہت زیادہ کھانے سے پیدا ہوتی ہیں، اس کے علاوہ ہم کیا اور کس وقت کھاتے ہیں اس کا اثر ہمارے موڈ پر بھی ہوتا ہے اور اس سے ہماری مشکلات سے نمٹنے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی کو شدید بھوک لگی ہو تو اکثر چڑ چڑا ہونے لگتا ہے اور انسانی کارکردگی بھی متاثر ہوتی ہے۔

انسان بھوک کی کیفیت کا شکار ہو تو کام پر توجہ نہیں دے پاتا۔ بعض افراد پریشان ہوں تو اُن کی بھوک ختم ہوجاتی ہے اور کئی افراد ایسے بھی ہوتے ہیں کہ پریشان ہوں تو زیادہ کھانے لگتے ہیں۔ یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ بعض افراد پریشانی میں میٹھے کا استعمال زیادہ کرتے ہیں۔ یہ رویہ کم وقت کے لیے تو سکون دیتا ہے لیکن اگر زیادہ عرصہ ایسا کیا جائے تو صحت انسانی متاثر ہوجاتی ہے۔ ہم جس قدر اعلیٰ معیاری، متوازن اور غذائیت سے بھرپور غذا کا انتخاب کریں گے اسی قدر ہمارا جسم زیادہ طاقتور، توانا، صحت مند اور مضبوط ہوگا۔ جسم کی مضبوطی و توانائی اور صحت مندی کا تمام تر انحصار متوازن غذا پر ہے۔ متوازن غذا جہاں مدافعتی نظام کو بہتر بناتی ہے وہیں ہماری خارجی شخصیت کا بھی بہترین عکس پیش کرتی ہے۔ اچھی غذا کے اثرات ہماری جلد بالوں اور جسمانی ہیئت پر بھی پڑتے ہیں۔ متوازن غذا سے مراد ایسی غذا ہے جو اضافی کیلوریز سے پاک ہو اور ایسے طریقے سے پکائی گئی ہو جس سے اس کے غذائی اجزا محفوظ رہیں اور وہ نظامِ ہضم کو درہم برہم نہ کرے۔ کچی اور تازہ غذائیں اور ایسی غذائیں جنھیں پیسا یا پراسس نہ کیا گیا ہو بلکہ سادہ طریقے سے پکائی گئی ہوں، قدرتی غذاؤں میں شمار ہوتی ہیں۔ زیادہ گھی یا تیل میں تلی ہوئی تیز مصالحوں والی غذائیں قدرتی غذا نہیں رہتی اور جسم انسانی کے لیے مفید ہونے کی بجائے نقصان کا باعث بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ اے انسان! تو ان نعمتوں پر غور کیوں نہیں کرتا جو تیرے مالک نے تجھے عطا کیں؟

بقول شاعر

جانور پیدا ہوئے تیری وفا کے واسطے
کھیتیاں سر سبز ہیں تیری غذا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیا کے واسطے
سب جہاں تیرے لیے پر تو خدا کے واسطے

ذرا غور کریں کہ سورۃ الرحمٰن کی ہر آیت فبای الاء ربکما تکذبن پر ختم ہوتی ہے یعنی تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس جہان فانی میں ہماری پہلی سانس لینے سے آخری سانس تک اللہ کریم کی ذات رحمان ہم پر نعمتوں کی بارش کیے رکھتی ہے۔ والدین کا سایہ، کھانے پینے کی بہترین نعمتیں، زندگی، شعور، انسانیت، معاشرت، تہذیب، صحت، تعلیم، گھر، روٹی، کپڑا، مکان، بہن بھائی، کنبہ، دوست احباب الغرض بہترین نعمتوں سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے۔ آسمانوں اور زمین کو ہمارے لیے تسخیر کر دیا ہے۔

میں فکر و امن ہستی کا پرستار
میری تسبیح کے دانے زمانے

اللہ کریم نے تمام خزانوں کو اشرف المخلوقات انسان کے لیے عطا فرمادیا۔ اللہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ بلا مزدوری اور بلا معاوضہ اپنی نعمتوں کی اور رحمتوں کی برسات کرتا ہے۔ اس کے برعکس انسان کسی کو کچھ دیتا ہے تو اس کی ہڈیوں کا گودا تک نچوڑ لے۔

ذرا اپنا دل تھامیے اور دیکھئے اس تلخ حقیقت کی جانب جہاں بڑے بڑے ثقافتی مراکز اور شاندار ہوٹلوں میں ثقافت کے نام پر لذیز پکوان پکائے تو جاتے ہیں لیکن ان ہوٹلوں کی دیواروں کے پار کئی ایسی بستیاں ہیں جن میں مائیں آج بھی اپنے بچوں کو اچھا کھانا پکنے کا کبھی نہ سچ ہونے والا جھوٹ بول کر سلاتی ہیں۔

آیئے اور ملیے ان بچوں سے جن کا بچپن بھوک کی نظر ہوجاتا ہے اور جوانی غربت سے جنگ کرتے گزر جاتی ہے کہ کسی نے کیا خوب کہا تھا:

ظلم سہتے ہوئے انسانوں کے اس جنگل میں
کوئی فردا کے تصور سے کہاں تک بہلے
عمر بھر رینگتے رہنے کی سزا ہے جینا
اک دو دن کی اذیت ہو تو سہہ لے

خوراک کے عالمی دن کو منانے کا خوبصورت انداز یہی ہے کہ ہم زندہ رہنے کے لیے کھائیں نہ کہ کھانے کے لیے زندہ رہیں۔ اللہ کریم ہم کو اپنے پیٹ کے ساتھ ساتھ کسی ضرورت مند کی بھوک مٹانے کی بھی توفیق دے کہ متوازن غذا کا انتخاب بیماریوں سے بچاتا ہے اور اللہ کے بندوں کو کھلایا ہوا کھانا مصیبتوں سے بچاتا ہے۔

نہ جانے کون دعاؤں میں یاد رکھتا ہے
میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے

غذا زندہ رہنے کے لیے توانائی بھی فراہم کرتی ہے اور نشوونما کے لیے ساز و سامان بھی۔ بنیادی طور پر غذا میں چھ چیزیں شامل ہوتی ہیں جو کاربوہائیڈریٹ پروٹین، چربی، وٹامن، نمکیات، پانی ہیں۔ ایک دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ اگر صرف پانی میسر ہو تو غذا کے بغیر انسان زیادہ سے زیادہ چالیس دن زندہ رہ سکتا ہے۔

خوراک کے بارے میں عمومی تصور یہ ہے کہ جتنا زیادہ کھایا جائے گا اتنی ہی صحت اچھی رہے گی۔ یہ صرف ادھوری حقیقت ہے۔ اگر ہماری خوراک میں ضروری اجزا نہیں ہوں گے تو ہماری خوراک نامکمل اور جسمانی ضروریات کے لحاظ سے تشنہ ہوگی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم مختلف بیماریوں کا شکار ہوجاتے ہیں، جسم میں رد، بالوں کا گرنا، ہڈیوں کی کمزوری، دانتوں کا کمزور ہوجانا، بدہضمی، بینائی کی کمی، جلد کا خراب ہونا وغیرہ یہ سب نامناسب خوراک کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ہمارے جسم کو کاربوہائیڈریٹ، پروٹین، چکنائی، وٹامن، نمکیات اور پانی سب کی ضرورت ہوتی ہے اور جس غذا میں یہ سب موجود ہوں اسی کو متوازن غذا کہتے ہیں۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں رزق حلال عطا فرمائے اور متوازن غذا کے استعمال کی توفیق دے تا کہ ہم صحت مند زندگی گزار کر اپنے عظیم خالق و مالک کا شکر بجا لائیں۔

☆☆☆☆☆

گلدستہ

اقوالِ داتا گنج بخش علی ہجویریؒ

بے علم حکمران، بے عمل عالم، بے توکل فقرا بگاڑ ہیں

مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین

اقوال حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ:

ہمیشہ یاد رکھو کہ درویش کا درجہ راہ مولی میں بہت بڑا مرتبہ ہے اور درویش کے لیے اس راستے میں بڑے خطرات ہیں۔صوفی کو چاہیے کے اپنے آپ کو محبوب سے وابستہ رکھے اور دنیا بے وفا غدار کے علل واسباب سے آزار رکھے یہ دنیا سرائے فجار وفساق ہے۔

غنی کا نام ہی صرف ذات.باری تعالی کے شایان شان ہے مخلوق اس نام کی مستحق نہیں ہوسکتی۔ یاد رکھو جوکوئی لباس اولیاء کوکسب دنیا کے لیے آلہ بنائے گا وہ اپنے لیے آفت مول لے گا۔

علم بہت ہیں اور انسانی عمرتھوڑی ہے۔ اس لیے تمام علوم کا سیکھنا انسان پرفرض نہیں اس حدتک ضروری ہے جس سے عمل درست ہوجائے۔

سارے ملک کا بگاڑ ان تین گروہوں کے بگڑنے پر ہے۔حکمران جب بے علم ہوں۔ عالم جب بے عمل ہوں۔ فقراء جب بے توکل ہوں۔

رضا کی دوقسمیں ہیں اول خدا کا بندے سے راضی ہونا۔دوسری بندے کا خدا سے راضی ہونا۔

غافل امراء کاہل فقراء ،جاہل درویشوں کی صحبت سے پرہیز کرنا عبادت ہے۔

دیندار لوگوں کو خواہ وہ کیسے ہی غریب اور نادار ہوں حقارت سے نہ دیکھو کیونکہ اس سے فی الجملہ اللہ تعالی کی تحقیر لازم آتی ہے۔

جس کام میں نفسانی غرض آئے اس سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

مسلسل عبادت سے مقام کشف ومشاہدہ ملتا ہے۔

جولوگ خدا کے آگے گردن تسلیم ورضاخم کیے ہوئے ہیں وہ مصیبت و بلاکو بلا کی صورت میں نہیں دیکھ سکتے۔

بے وقوف کے ساتھ جنت میں بیٹھنے سے بہتر عقلمند کے ساتھ قید خانے میں بیٹھنا بہتر ہے۔

نصیحت ہماری اخلاقی قوت کی خاطر:

قناعت فضول چیزوں سے نکل آنے اور بقدر حاجت پر اکتفاء کرنے اور کھانے پینے اور رہنے کی چیزوں میں اسراف سے پرہیز کرنے کو کہتے ہیں۔

دنیا میں وہ سب سے کمزور ہے جو اپنی خواہش پر قابو نہ رکھتا ہو۔

اور سب سے قوی وہ ہے جو ضبط کی قوت رکھتا ہو۔

کسی کے ساتھ برائی مت کرو ورنہ اللہ تعالی برائی کرنے والے پر کسی کو بدلہ لینے کے لیے مقرر ضرور کرے گا۔

محبوب دوجہاں کے کھانے کے معمولات:

رسول اللہ ﷺ روزے کے لیے سحری و افطاری کا اہتمام فرماتے اس کے علاوہ کھانے کا کوئی مقررہ وقت نہیں تھا۔ احادیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے پسندیدہ کھانے اور مشروبات کا ذکر ملتا ہے لیکن کھانے کا کوئی متعین وقت مذکورہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ: مَا اَكَلَ آلُ مُحَمَّدٍ اَكْلَتَيْنِ فِي يَوْمٍ إِلَّا إِحْدَاهُمَا تَمْرٌ.

نبی کریم ﷺ کے اہل خانہ نے ایک دن میں کبھی دو مرتبہ ایسا کھانا تناول نہیں فرمایا جن میں ایک وقت کھجوریں نہ ہوں۔ (بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۷۱، رقم: ۶۰۹۰)

گویا خانہء اقدس میں دو وقت کھانے کا اہتمام ہوتا تھا۔ اس سے ہم یہی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صبح و شام یعنی دو وقت کھانا تناول فرماتے تھے۔

کھانے کی چند اہم سنتیں:

کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا

اجتماعی طور پر کھانا

دستر خوان بچھانا

بسم اللہ پڑھ کر کھانا۔

دائیں ہاتھ سے کھانا

جوتے چپل اُتار کر کھانا

کھانے میں عیب نہ نکالنا

تین انگلیوں سے کھانا۔

تبسم میرے نبی ﷺ کا:

"حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے اُس وقت کی روایت ہے جب وہ غزوہِ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اُنہوں نے بیان فرمایا: (توبہ قبول ہونے کے بعد) جب میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو آپ ﷺ کا چہرہِ انور خوشی سے جگمگا رہا تھا اور آپ ﷺ جب بھی مسرور ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرہٴ مبارک یوں نور بار ہو جاتا تھا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ ہم آپ ﷺ کے چہرہِ انور ہی سے آپ کی خوشی کا اندازہ لگا لیا کرتے تھے۔ "یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ (أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، 3/ 1305، الرقم3363)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اَخلاق والے تھے اور میرا ایک بھائی تھا جس کو ابو عمیر کہا جاتا تھا اور میرے خیال میں اُس کا دودھ چھڑایا جا چکا تھا۔ چنانچہ جب وہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے: اے ابو عمیر! نغیر کا کیا بنا؟ نغیر (ایک پرندہ تھا جس) کے ساتھ وہ کھیلا کرتا تھا (بعد ازاں وہ فوت ہو گیا تو آپ ﷺ اُس بچے کی دل جوئی اور مزاح کے لیے یہ فرماتے)۔ "یہ حدیث متفق علیہ ہے (أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب الأدب، باب الکنیة للصبی قبل أن یولد للرجل، 5/ 2291، الرقم5850)

'حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے زیادہ مسکرانے والا کسی کو نہیں دیکھا۔"

اِسے امام ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

فقہی مسائل

بناؤ سنگھار سے متعلق شرعی حدود و قیود

اسلام کے احکاماتِ پردہ میں اجتماعی خیر ہے

—— خصوصی رپورٹ ——

سوال: کس طرح کا عبایا پہننا صحیح ہے؟

جواب: عورت کا چہرہ، ہاتھ اور ٹخنوں تک پاؤں کے علاوہ سارا جسم چھپانا لازمی ہے۔ اب وہ کس طرح چھپایا جائے اس کے لیے کوئی مخصوص لباس نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ پوری دنیا کے کونے کونے میں قیامت تک قائم رہنے والا ہے، اس لیے کوئی پابندی نہیں لگائی کہ فلاں کپڑا اور فلاں فلاں ڈیزائن ہی پہننا ضروری ہے کیونکہ علاقے، رسم ورواج اور گرمی سردی کی وجہ سے ہر ایک کی ضرورت مختلف ہوسکتی ہے۔ کشمیر، مری اور سبی میں رہنے والے ایک جیسا لباس نہیں پہن سکتے ہیں، لیکن اسلام نے یہ بتا دیا کہ لباس ایسا ہونا چاہیے جس میں پردہ ہو، گرمی سردی سے بچائے اور پہنا ہوا خوبصورت لگے، اس کے علاوہ کوئی پابندی نہیں ہے۔

لہذا جو لباس باپردہ ہو، گرمی سردی سے محفوظ رکھے اور پہنا ہوا خوبصورت لگے، وہی لباس پہننا درست ہے۔ مردوں اور عورتوں کے لیے ایک ہی اصول ہے۔ کوئی خاص ڈیزائن اور کپڑے پر پابندی نہیں ہے سوائے مردوں کو ریشم کا کپڑا پہننے کے۔

سوال: کیا اسلام میں خواتین کا بیوٹی پارلر جانا، لپ اسٹک لگانا اور نیل پالش لگوانا جائز ہے؟

جواب: قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنّ إِلّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنّ عَلَى جُيُوبِهِنّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنّ إِلّا لِبُعُولَتِهِنّ أَوْ آبَائِهِنّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنّ أَوْ أَبْنَائِهِنّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنّ أَوْ إِخْوَانِهِنّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنّ أَوْ نِسَائِهِنّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنّ أَوِ التّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنّ وَتُوبُوا إِلَى اللّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلّكُمْ تُفْلِحُونَ.

(النور، ۲۴: ۳۱)

"اور آپ مومن عورتوں سے فرما دیں کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش و زیبائش کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے (اسی حصہ) کے جو اس میں سے خود ظاہر ہوتا ہے اور وہ اپنے سروں پر اوڑھے ہوئے دوپٹے (اور چادریں) اپنے گریبانوں اور سینوں پر (بھی) ڈالے رہا کریں اور وہ اپنے بناؤ سنگھار کو (کسی پر) ظاہر نہ کیا کریں سوائے اپنے شوہروں کے یا اپنے باپ دادا یا اپنے شوہروں کے باپ دادا کے یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی (ہم مذہب، مسلمان) عورتوں یا اپنی

مملوکہ باندیوں کے یا مردوں میں سے وہ خدمت گار جو خواہش وشہوت سے خالی ہوں یا وہ بچے جو (کم سنی کے باعث ابھی) عورتوں کی پردہ والی چیزوں سے آگاہ نہیں ہوئے (یہ بھی مستثنیٰ ہیں) اور نہ (چلتے ہوئے) اپنے پاؤں (زمین پر اس طرح) مارا کریں کہ (پیروں کی جھنکار سے) ان کا وہ سنگھار معلوم ہو جائے جسے وہ (حکمِ شریعت سے) پوشیدہ کئے ہوئے ہیں، اور تم سب کے سب اللہ کے حضور توبہ کرو اے مومنو! تاکہ تم (ان احکام پر عمل پیرا ہوکر) فلاح پا جاؤ۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت بناؤ سنگھار کرسکتی ہے لیکن اسے ہر کسی کے لیے ظاہر نہیں کرسکتی جن کے سامنے ظاہر کرسکتی ہے ان کے بارے میں آیت مبارکہ میں بیان ہو چکا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ بناؤ سنگھار ہے کیا اور کس حد تک اس کی اجازت ہے؟ عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے خاوند کے لیے جہاں تک مناسب ہو زیب وزینت کا بندوبست کرے یعنی خاوند کی حیثیت کے مطابق جو اخراجات مہیا ہوں، ان کے اندر رہتے ہوئے Make up ہونا چاہیے فضول خرچی نہیں ہونی چاہیے اور باقی گھریلو اخراجات کا بھی خیال ہونا چاہیے۔ رہی بات بیوٹی پارلر جانے کی اس کے بارے میں رائے یہ ہے کہ اگر مذکورہ بالا مقصد کے لیے ہی بناؤ سنگھار کوئی عورت خود نہیں کرسکتی تو وہ بیوٹی پارلر بھی جاسکتی ہے کوئی حرج نہیں۔

سوال: ان دنوں خواتین میں پلکیں اور ابرو بنوانے کا رواج ہے۔ اس سلسلے میں وہ بیوٹی پارلرز کا رخ بھی کرتی ہیں۔ کیا پلکوں اور ابروؤں کا بنوانا یا ابروؤں کے بال کٹوانا، چھیدوانا اور اکھاڑنا جائز ہے؟

جواب: پلکیں اور ابرو بنوانے کو رواج نہیں دینا چاہیے، جو کہ آج کل بہت عام ہوتا جا رہا ہے۔ اس کو ایک فیشن بنا دیا گیا ہے۔ ضرورت ہو یا نہ ہو اکثر عورتیں اس فیشن کو اپنا رہی ہیں۔ جس کے لیے انہیں بیوٹی پارلرز کا رخ بھی کرنا پڑتا ہے، جو ایک تکلیف دہ عمل ہے اور فضول خرچی کا ایک نیا راستہ بھی ہے۔ اس لیے اگر پلکوں یا ابروؤں کے بال بدصورتی کا سبب نہ ہوں، تو ان کو کٹوانا، چھیدوانا یا اکھاڑنا بالکل جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر یہ بال کسی کے چہرے کی بدصورتی کا سبب بن رہے ہوں، تو اس کو اجازت ہے کہ وہ ان اضافی بالوں کو مناسب طریقے سے ختم کر دے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

لا بأس بأخذ الحاجبین و شعر وجهه ما لم یشبه بالمخنث

ابرو اور چہرے کے بال اکھاڑنے میں کوئی حرج نہیں، جب تک کہ ہجڑوں سے مشابہت نہ ہو۔

سوال: کیا بیوٹی پارلر کا کاروبار کرنا اور اس میں کام کرنا کیسا ہے؟

جواب: بیوٹی پارلر کا کاروبار کرنا یا اس میں کام کرنا دونوں جائز ہیں۔ شرعاً اس کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، مگر اس میں خیال رکھا جائے گا کہ اگر بیوٹی پارلر میں خواتین کام کرنے والی ہوں اور فقط خواتین ہی بناؤ سنگھار کے لیے آئیں، دلہن کو تیار کریں یا میک اپ کروانے آئیں تو ٹھیک ہے۔ یعنی پارلر میں کام کرنے والی بھی خواتین ہوں اور میک اپ وغیرہ کے لیے بھی صرف خواتین ہی آئیں۔

دوسری صورت میں مرد و خواتین میں اختلاط ہو یعنی خواتین مردوں کے لیے کام کریں یا مرد خواتین کا میک اپ کریں تو ایسا کرنا حرام ہے۔ ایسی جگہ پر کام کرنا اور ایسا کاربار کرنا دونوں حرام ہیں۔ اس کے علاوہ بیوٹی پارلر پر خلاف شریعت اگر کوئی کام لیا جائے تو پھر بھی یہ ناجائز اور حرام ہوگا۔

☆☆☆☆☆

منہاج القرآن ویمن لیگ کے سیلاب زدگان کو امدادی سامان بہم پہچانے کے لیے ملک گیر دورے

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
OCT-2022
LAHORE
Regd CPL No.45

حضور آپ ﷺ آئے تو دل جگمگائے

11 اور 12 ربیع الاوّل کی
درمیانی شب

39 ویں سالانہ

عالمی میلاد کانفرنس

8 اکتوبر 2022ء
بروز ہفتہ بعد از نماز عشاء

بمقام
مینار پاکستان

خصوصی خطاب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
دامت برکاتہم العالیہ

خواتین کیلئے باپردہ انتظام

MINHAJ

YouTube/DrQadri   TahirulQadri

منہاج القرآن انٹرنیشنل